قرآن کریم اور سنت نبویہ علیٰ صاحبہا الصلاۃ والسلام کی تعلیمات کا علمبردار

بینات

جلد: ۷۵ شمارہ: ۲

صفر المظفر ۱۴۳۳ھ - جنوری ۲۰۱۲ء

قیمت فی شمارہ: ۳۰ روپے، زر سالانہ: ۳۰۰ روپے

مدیر / مدیر مسئول

مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر

نائب مدیر

مولانا سید سلیمان یوسف بنوری

ناظم

مولانا فضل حق یوسفی

مجلس ادارت

مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ (مدیر معاون)

مولانا عطاء الرحمن صاحب (ناظم تعلیمات)

مفتی رفیق احمد بالاکوٹی

خط و کتابت اور ترسیل زر کا پتہ:

ماہنامہ ''بینات'' پوسٹ بکس نمبر ۳۴۶۵، کراچی ۷۴۸۰۰

جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی

فون دفتر بینات: ۳۴۹۲۷۲۳۳

فون جامعہ: ۳۴۹۱۳۵۷۰_۳۴۱۲۱۱۵۲_۳۴۱۲۳۳۶۶

ایکسٹینشن: ۱۴۶_۱۴۷

فیکس: ۹۲-۲۱-۴۹۱۹۵۳۱

بیرون ملک سے بذریعہ ہوائی ڈاک

ریاست ہائے متحدہ امریکہ، جنوبی افریقہ، تھائی لینڈ،

ناروے ویسٹ انڈیز وغیرہ: ۳۵/ امریکی ڈالر

سعودی عرب، متحدہ عرب امارات، مسقط، بحرین، عمان،

ایران، انڈیا وغیرہ: ۲۷/ امریکی ڈالر

بنگلہ دیش: ۲۵/ امریکی ڈالر

جامعۃ العلوم الاسلامیۃ

علامہ محمد یوسف بنوری ٹاؤن

ناشر: مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر مطبع: ایجوکیشنل پریس کراچی طابع: فیروز ذکی

www.banuri.edu.pk

فہرستِ مضامین

بصائر و عبر

نیٹو کی پاکستانی چیک پوسٹوں پر بمباری......	۳	محمد اعجاز مصطفیٰ

مقالات و مضامین

دین اور علماء دین کے خلاف پروپیگنڈہ	۹	حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ
سانحہ کراچی جامع مسجد باب الرحمت اور دفتر ختم نبوت	۱۴	مولانا اللہ وسایا
صلح حدیبیہ عہد نبوی کی سیاست خارجہ کا شاہکار	۲۶	ڈاکٹر بشیر احمد رند، جامشورو
میرے محمدی بھائیو! کدھر جارہے ہو؟	۳۶	ابوطلحہ عثمان، جھنگ
انشورنس کے متبادل ''نظام تکافل'' پر ایک نظر	۳۹	مولانا محمد راشد ڈسکوی،

یادِ رفتگان

شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالغنیؒ	۵۷	محمد اعجاز مصطفیٰ
بھائی واصف منظورؒ کی رحلت	۵۹	محمد اعجاز مصطفیٰ

دار الافتاء

عزیمت پر عمل کرنے والے مسافر امام کے پیچھے مقیم حنفی کی نماز کا حکم	۶۰	مولانا محمد فارس حبیب مختار

نقد و نظر

	۶۴	ادارہ

نیٹو کی پاکستانی چیک پوسٹوں پر بمباری

پاکستان کے لئے ایک چیلنج

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفی

۱۱ر ستمبر ۲۰۰۱ء دنیا جسے نائن الیون سے تعبیر کرتی ہے کی تاریخ کو امریکہ میں ورلڈ ٹریڈ سینٹر کا ایک ڈرامہ تخلیق کر کے اسے دنیا کے سامنے رچایا گیا اور اس کی آڑ میں دنیا بھر کے مسلمانوں کے خلاف ظلم وتشدد، کشت وخون اور قید وبند کی جو بھٹی گرم کی گئی تھی، آج تک اس کے شعلے بلند ہو رہے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ امریکہ اور اس کے اتحادیوں نے دہشت گردی کے نام پر مسلمانوں کے خلاف جس ظلم و بربریت، درندگی وحیوانیت کا مظاہرہ کیا، تاریخ اس کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔

۷ر اکتوبر ۲۰۰۱ء کی رات سے افغانستان پر شروع ہونے والی بمباری، حملے اور جنگ بدستور جاری ہے، ان نہتے، مظلوم اور مفلوک الحال افغان مسلمانوں کے قتل عام سے داعیان کفر کے جذبۂ انتقام کی آگ تاحال ٹھنڈی نہیں ہوئی۔

افغانستان سے شروع ہونے والی یہ آگ پھیلتے پھیلتے پاکستانی علاقے: وانا، سوات، مالاکنڈ، اور وزیرستان کو اپنی لپیٹ میں لے لینے کے بعد آج اس کے اثرات پورے ملک میں پھیل چکے ہیں۔

اُس وقت پاکستان کی صدارت کی کرسی پر براجمان پرویز مشرف جس نے ایک فون کال پر امریکہ کے آگے گھٹنے ٹیک دیئے تھے اور اس نے استعمار کے ہر جائز وناجائز مطالبے کو پورا کرنا اپنا فریضہ اور نصب العین سمجھا تھا۔ بندرگاہ سے لے کر ایئرپورٹ تک اور زمینی راستوں سے لے کر فضائی راستوں تک سب کچھ امریکہ اور اس کے اتحادیوں کے لئے وا کر دیا تھا۔ اس کی نحوست ہے کہ آج تک پورا ملک ان استعماری ایجنٹوں اور ان کے آلہ کاروں کے ہاتھوں یرغمال بنا ہوا ہے۔

صرف اس پر بس نہیں گیا تھا، بلکہ امریکہ بہادر نے جن مردوں، عورتوں، بچوں، بوڑھوں کے علاوہ جن ڈاکٹروں، سائنسدانوں، سیاست دانوں، دینی راہنماؤں اور دینی اداروں پر ''سرخ نشان'' لگایا، ان کو چن چن کر امریکہ کے حوالہ کیا گیا یا دہشت گردی کے خاتمہ کے نام پر انہیں حرف غلط کی طرح صفحۂ ہستی سے مٹا دیا گیا۔

پرویز مشرف ڈالروں کے عوض پانچ سو افراد کو گرفتار کرکے امریکہ کے حوالے کرنے کا اقرار اپنی کتاب میں کر چکا ہے۔ اسی طرح اس کے دور اقتدار میں جتنے علماء کرام، طلباء اور طالبات کو شہید کیا گیا، اتنی تعداد میں علماء کرام طلبہ و طالبات کا شہید کیا جانا میری معلومات کی حد تک سوائے برطانوی دور میں کہیں ثابت نہیں ہوتا۔

غرض یہ کہ جناب پرویز مشرف نے اس وقت بہت ہی گھٹیا کردار ادا کیا اور اپنے اقتدار کو طول دینے کے لئے پاکستان اور پاکستانی قوم کے محسنوں، مخلصوں، وفاداروں اور محافظوں کی تحقیر و توہین کرائی گئی اور انہیں ذلت و رسوائی کی دلدل میں پھینکنے کے علاوہ دنیا بھر میں پاکستان کو ناقابل اعتماد ریاست کے طور پر بدنام کرایا گیا۔

بدقسمتی سے پرویز مشرف کی جبری رخصتی کے بعد وجود میں آنے والی نئی حکومت اور صاحبانِ اقتدار بھی اپنے پیش رو کی ڈگر پر چل پڑے۔ سابق صدر کے امریکہ کے ساتھ کئے گئے خفیہ عہد و پیمان کو ختم کرنے اور انہیں قوم کے سامنے لانے کی بجائے ''وفا شعار'' غلام کی طرح آنکھیں بند کرکے ان پر عمل درآمد شروع کر دیا گیا۔ موجودہ حکومت کے دور میں ملکی سلامتی کے پیش نظر پیشگی کسی تحقیق و تفتیش کئے بغیر امریکیوں کو دھڑا دھڑ ویزے دیئے گئے، محسوس ہوتا تھا کہ شاید پاکستان کوئی خود مختار ملک اور خود مختار ریاست نہیں، بلکہ امریکہ اور اس کے ایجنٹوں کی ایک کالونی ہے۔

اسی کا نتیجہ اور شاخسانہ تھا کہ ریمنڈ ڈیوس جیسے قاتل اور دہشت گرد پاکستان میں دندنانے لگے اور پاکستانی تنصیبات اور حساس نوعیت کے مقامات ان کی زد میں آنے لگے، اس سے امریکہ اور اس کے اتحادیوں کا اتنا حوصلہ بڑھا کہ انہوں نے پاکستانی حکومت اور صاحب اقتدار و اختیار کو خاطر میں لائے بغیر ایبٹ آباد میں شیخ اسامہ کو شہید کئے جانے کا ڈرامہ بآسانی رچا لیا اور نوبت بایں جارسید کہ! اب انہوں نے پاکستان کی محافظ افواج کی چیک پوسٹوں پر بڑی ڈھٹائی سے بمباری کرکے ۲۵ قیمتی جانوں کو شہید اور ۱۵ کو زخمی کر دیا۔ صحافی بھائیوں کی تحریر و تحقیق کے مطابق ان چوکیوں پر حملے سے قبل امریکی فوجی گیارہ مرتبہ پاکستان کی سرحدات کی خلاف ورزی کر چکے ہیں۔

اخباری اطلاعات کے مطابق ۲۶ نومبر ۲۰۱۱ء جمعہ اور ہفتہ کی درمیانی شب مہمند ایجنسی کے ہیڈکوارٹرز غلنئی سے ۵۵ کلومیٹر شمال مغرب کی جانب بانیزئی کے علاقہ سلالہ میں پاکستانی سیکورٹی فورسز

کی تین سرحدی چیک پوسٹوں پر دو نیٹو طیاروں نے بمباری کردی، جس کے نتیجے میں ایک میجر، ایک کیپٹن سمیت ۲۵/ اہلکار شہید اور ۱۵ زخمی ہوگئے۔ اس واقعہ کی تفصیلات ملاحظہ ہوں:

(پشاور بیورو رپورٹ نوائے وقت نیوز) ''افغانستان میں تعینات نیٹو کے گن شپ ہیلی کاپٹروں نے پاکستان کی خودمختاری اور بین الاقوامی قوانین کی ایک بار پھر کھلم کھلا خلاف ورزی کرتے ہوئے مہمند ایجنسی کی تحصیل بائیزئی کے سرحدی علاقہ سلالہ میں پاکستانی سیکورٹی فورسز کی تین سرحدی چیک پوسٹوں پر بلا اشتعال حملہ کیا، جس کے نتیجے میں میجر اور کیپٹن سمیت ۲۵ اہلکار شہید اور ۱۵ زخمی ہوگئے۔ واشنگٹن میں پاکستانی سفارتخانے نے امریکی حکام سے شدید احتجاج کیا ہے، سرحدی خلاف ورزی کا یہ واقعہ چیف آف آرمی اسٹاف جنرل اشفاق پرویز کیانی سے ایساف کمانڈر جنرل جان ایلن کی ملاقات کے چند گھنٹے بعد پیش آیا۔ نیٹو اور ایساف فورسز کے ہیلی کاپٹر پاکستانی سرحد کے اندر گھس آئے اور مہمند ایجنسی کی تحصیل بائیزئی میں سیکورٹی فورسز کی تین چیک پوسٹوں سلالہ، دال چلو اور بولڈر چیک پوسٹوں پر اندھا دھند شیلنگ کی، جس کے نتیجے میں میجر مجاہد اور کیپٹن عثمان سمیت ۲۵ اہلکار شہید اور ۱۵ زخمی ہوگئے۔ چیک پوسٹوں پر حملے کے بعد نیٹو اور ایساف ہیلی کاپٹرز کافی دیر تک علاقے میں موجود رہے اور پھر واپس افغانستان کی طرف چلے گئے۔ حملے کے بعد فوری طور پر امدادی کارروائیاں شروع کردی گئیں۔ زخمیوں کو فوری طور پر غلنئی ہیڈ کوارٹر ہسپتال منتقل کیا گیا، حملے کے بعد سیکورٹی فورسز نے مہمند ایجنسی کے تمام داخلی اور خارجی راستوں پر چیکنگ شروع کردی، بائیزئی کی طرف جانے والے راستوں کو ہر قسم کی ٹریفک کے لئے بند کردیا گیا۔ آئی ایس پی آر نے نیٹو فورسز کی بلا اشتعال فائرنگ اور جانی نقصان کی تصدیق کردی ہے۔ ایساف کے ترجمان نے مختصر بیان جاری کیا، جس میں کہا گیا ہے کہ ایساف کو معاملے کا علم ہے۔ معلومات اکٹھی کی جارہی ہیں، جس کے بعد ردعمل کا اظہار کیا جائے گا۔ دوسری جانب حملے کے بعد واشنگٹن میں پاکستانی ناظم الامور عفت گردیزی نے امریکی محکمہ خارجہ کے حکام کو رات جگا کر واقعہ کے خلاف پاکستان کا احتجاج ریکارڈ کرایا اور مطالبہ کیا کہ معاملہ فوری امریکی حکومت کے ساتھ اٹھایا جائے۔ سرکاری ٹی وی سے گفتگو کرتے ہوئے ترجمان دفتر خارجہ تہمینہ جنجوعہ نے کہا کہ پاکستان نے واقعہ پر شدید احتجاج کیا ہے اور واشنگٹن میں پاکستانی ناظم الامور نے احتجاج ریکارڈ کرایا۔ صورتحال کا

جائزہ لیا جارہا ہے اور متعلقہ حکام سے مشاورت کے بعد جامع مؤقف اختیار کیا جائے گا۔ ترجمان نے کہا کہ سرحد پار سے اس طرح کے بلا اشتعال حملے قابل قبول نہیں۔ وزیر اعظم یوسف رضا گیلانی نے نیٹو کے فضائی حملے کی شدید مذمت کی ہے۔ پاکستان نے نیٹو سے بھی شدید احتجاج کیا ہے۔ یورپی یونین میں پاکستان کے سفیر جلیل عباس جیلانی نے حملوں اور سیکورٹی اہلکاروں کی شہادت پر شدید احتجاج کیا۔ پاکستانی سفیر نے نیٹو کے ڈپٹی سیکرٹری جنرل کلاڈیوسیرہ کو احتجاجی خط دیا۔ پاکستانی سفیر کا کہنا تھا کہ نیٹو حملہ پاکستانی سرحدوں کی کھلی خلاف ورزی ہے۔ اس واقعہ پر شدید ردعمل کا اظہار کرتے ہوئے صوبہ خیبر پی کے کے گورنر بیرسٹر مسعود کوثر نے اپنے بیان میں نیٹو ہیلی کاپٹروں کی فائرنگ پر شدید غم وغصہ کا اظہار کیا اور اس اشتعال انگیز کارروائی کی شدید الفاظ میں مذمت کی ہے۔ گورنر نے کہا کہ یہ حملہ پاکستان کی علاقائی خودمختاری پر حملہ ہے، جس کا سختی سے نوٹس لیا جائے گا۔ سرحد پار سے اس قسم کے حملے مزید برداشت نہیں کئے جاسکتے۔ حکومت اس واقعہ کو اعلیٰ سطح پر اٹھائے گی اور اس کی تحقیقات کی جائیں گی۔ گورنر نے شہید ہوئے جوانوں کے اہلخانہ سے دلی تعزیت کی اور شہداء کے درجات کی بلندی کی دعا کی''۔

(روزنامہ نوائے وقت کراچی، یکم محرم ۱۴۳۳ھ، ۲۷ نومبر ۲۰۱۱ء)

تاریخ بتاتی ہے کہ زمین پر جب بھی کسی انسان، فرد، جماعت یا کسی ملک وقوم کو کسی بھی اعتبار سے کوئی قوت وطاقت حاصل ہوجاتی ہے تو وہ اس قوت وطاقت اور اسباب ووسائل کے نشہ میں مغرور اور بدمست ہوکر ان اسباب ووسائل سے محروم افراد، قوموں اور ملکوں پر چڑھ دوڑتا ہے اور انہیں تاخت و تاراج اور نیست ونابود کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ نمرود، شداد، فرعون، ہامان اور قارون کا جبر وتشدد اور ظلم وبربریت اس کی واضح مثالیں ہیں۔ اور پھر ایک وقت ایسا بھی آتا ہے کہ وہ قوت وطاقت اور اسباب ووسائل سے محروم ہوکر نشانِ عبرت بن جاتے ہیں۔

کچھ یہی حال امریکہ کا ہے کہ جب تک امریکہ کے مدمقابل روس تھا تو یہی امریکہ اس سرخ ریچھ کو روکنے اور اس کی یلغار کا مقابلہ کرنے کے لئے مسلمان مجاہدین کا محتاج تھا۔ جب ان مجاہدین نے اس سرخ ریچھ کے دانت توڑ دیئے اور ان مجاہدین کی پٹائی اور ٹھکائی سے اسے اپنا وجود برقرار رکھنا مشکل ہوگیا تو صاحب امریکہ شیر ہوگیا اور اس نے مسلم ممالک کو ایک ایک کرکے اپنے نشانہ پر رکھ لیا۔ محسوس ہوتا ہے کہ امریکہ بہادر کو معلوم ہوگیا ہے کہ جس افغان قوم نے روس کو شکست وریخت سے دوچار کیا تھا، اس قوم کے بہادر جوانوں کے ہاتھوں میں میرا پنجہ آچکا ہے اور وہ اسے چھڑانے کی ہزار ہا کوششیں کررہا

ہے، لیکن تا حال اس کی تمام کوششیں رائیگاں نظر آتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ وہ اپنی شکست وناکامی کو چھپانے کی غرض سے پاکستانی افواج پر الزام تراشی اور ''کھسیانی بلی کھمبا نوچے'' کے مصداق پاکستانی فوج پر حملے کررہا ہے۔ پاکستانی سیکورٹی چیک پوسٹوں پر نیٹو نے حملہ کیوں کیا؟ اس کی وجوہات کیا تھیں؟ اور اس کا پس منظر کیا تھا؟ اس کی تھوڑی سی جھلک جاننے کے لئے روزنامہ نوائے وقت کے اداریہ کا یہ اقتباس ملاحظہ فرمائیں:

''۲ رمئی کے واقعہ کے بعد عسکری قیادت نے امریکی خواہشات کے برعکس کچھ اقدامات کئے ہیں، جن کی پینٹا گون، سی آئی اے، نیٹو اور ایساف کے کمانڈروں کو شدید تکلیف ہے۔ ان اقدامات میں سے ایک کا تذکرہ امریکی سفیر کیمرون منٹر نے اپنی حالیہ ایک تقریر میں کیا ہے کہ جنرل کیانی کے اصرار پر امریکہ نے تربیت کی غرض سے آئے ہوئے فوجیوں کو واپس بلالیا تھا۔ یہ امریکی ٹرینز درحقیقت تربیت کی آڑ میں پاکستان کے خلاف کچھ ایسے اقدامات میں ملوث تھے جن کا براہ راست تعلق پاکستان کی قومی سلامتی اور دفاع سے ہے۔ اسی طرح واشنگٹن میں پاکستان کے سفارت خانے کی طرف سے بغیر کوائف حاصل کئے ویزوں کا جو اجرا کیا گیا، اس نے اسلام آباد کو سی آئی اے کا دنیا میں سب سے بڑا سٹیشن بنانے کی راہ ہموار کی۔ واشنگٹن پوسٹ میں شائع ہونے والی ایک رپورٹ کے مطابق اسلام آباد سی آئی اے کے دفتر میں کام کرنے والے افراد اور وسائل دنیا بھر میں سب سے زیادہ ہیں۔ امریکہ کی بدنام زمانہ بلیک واٹر اور ایکس سروسز کے اہلکار بلوچستان میں علیحدگی پسندوں کو اسلحہ اور سرمایہ فراہم کرنے میں جو کردار ادا کررہے ہیں، وہ کسی سے ڈھکا چھپا نہیں''۔ (روزنامہ نوائے وقت کراچی یکم محرم ۱۴۳۳ھ، ۲۷ نومبر ۲۰۱۱ء)

پاکستان کی سیکورٹی چیک پوسٹوں پر ان حملوں کے خلاف پاکستان بھر کی دینی، مذہبی، سیاسی وسماجی جماعتوں کے علاوہ تاجر برادری، مزدوروں، کسانوں کی تنظیموں نے بھرپور احتجاج کیا اور حکومت نے بھی ان حملوں کے خلاف اپنا ردعمل ظاہر کرتے ہوئے کئی ایک اقدامات کئے، مثلاً:

۱..... حکومت نے نیٹو کی جانب سے کی جانے والی معذرت کو رد کردیا ہے۔
۲..... پاکستان سے گزرنے والی نیٹو کی سپلائی لائن بند کردی ہے۔
۳..... ڈرون حملے بند کرنے کا مطالبہ کیا گیا ہے۔
۴..... شمسی ائیر بیس خالی کرایا جارہا ہے۔
۵..... ۵ر دسمبر ۲۰۱۱ء کو ہونے والی بون کانفرنس کا بائیکاٹ کیا گیا۔

پاکستانی قوم ان اقدامات کو سراہنے کے ساتھ ساتھ اپنی حکومت اور ارباب اقتدار سے مطالبہ کرتی ہے کہ:

۱...... نام نہاد دہشت گردی کے خلاف اس جنگ سے پاکستان ہمیشہ کے لئے خلاصی حاصل کرے۔

۲...... پاکستان، افغانستان میں موجود امریکی اور نیٹو افواج کے لئے اپنی بندرگاہ کی سہولت بند کردے اور جتنا عرصہ اسے استعمال کیا گیا، اس کے چارجز ان سے وصول کرے۔

۳...... نیٹو اور امریکی افواج کے زیر استعمال تمام پاکستانی ہوائی اڈے ان سے واگزار کرائے اور انہیں اپنی تحویل میں لے۔

۴...... پاکستان کے راستوں ہونے والی نیٹو افواج کی سپلائی لائن کو مستقل طور پر بند کردے۔

۵...... ان گزشتہ دس سالوں میں نام نہاد دہشت گردی کے خلاف افغانستان میں ہونے والی جنگ میں پاکستان کی اقتصادیات کو جو نقصان پہنچا ہے، اس کی تلافی کا مطالبہ کیا جائے۔

۶...... پوری پاکستانی قوم اپنی افواج کے شانہ بشانہ کھڑی ہے، حکومت پاکستان کو چاہئے کہ وہ پاکستانی قوم کے ان احساسات اور جذبات کو سمجھنے کی کوشش کرے اور اس کے تناظر میں مستقبل کے لئے پالیسی وضع کرے۔

۷...... حکومت پاکستان کو چاہئے کہ وہ مطالبہ کرے کہ اس واقعہ میں ملوث نیٹو کے افراد پر قتل عمد کا مقدمہ چلایا جائے اور ان کو قرار واقعی سزا دی جائے۔

۸...... پاکستان کو چاہئے کہ اپنے قبائل کو اعتماد میں لے اور ان کے جائز مطالبات کو تسلیم کر کے انہیں اپنا ہم نوا بنائے، کیونکہ یہ قبائل پاکستان کی سرحدات کے محافظ اور دفاع پاکستان کا ہمیشہ ہراول دستہ رہے ہیں۔

ادارہ بینات اس حملے میں شہید ہونے والے قوم کے ان سپوتوں کو خراج عقیدت پیش کرنے کے ساتھ ساتھ ان کے ورثاء اور لواحقین سے اظہار تعزیت اور ان کے اس غم میں اپنے آپ کو برابر کا شریک سمجھتا ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ وصحبہ اجمعین.

دین اور علماءِ دین کے خلاف پروپیگنڈہ

محدث العصر حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ

یہ حقائق اظہر من الشمس، آفتابِ نیمروز سے زیادہ روشن ہیں، یہ واقعات ومشاہدات ناقابلِ تردید ہیں، اس کے باوجود سمجھ میں نہیں آتا کہ کیوں اور کس کے اشاروں پر خاص کر ان آخری ایام میں یہ شور وغوغا برپا اور شرمناک پروپیگنڈہ جاری ہے، مہینوں سے سرکاری اور نیم سرکاری رسالوں اور میگزینوں میں ادارتی نوٹ لکھے جارہے ہیں، صدر مملکت کے نام مکاتیب بھجوائے جارہے ہیں کہ مذہب اور دینی علوم جدید ترقیات کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ ہیں، علماءِ دین ملک کی ترقی اور استحکام وسالمیت کے سب سے بڑے دشمن ہیں، مدارسِ عربیہ اور مکاتبِ دینیہ عصری تقاضوں کے خلاف فتنہ وفساد برپا کرنے کی تعلیم کے مراکز ہیں، حکومت کا فرض ہے کہ وہ ان تمام دینی مدارس ومکاتب اور درس گاہوں اور بڑی بڑی مساجد کو اپنے کنٹرول میں لے کر ان علوم دینیہ اور حاملین علومِ نبوت کی بیخ کنی کرے۔ نہ یہ حکومت کی مالی امداد سے آزاد عربی مدارس اور دینی درس گاہیں ہوں گی، نہ یہ علماءِ دین پیدا ہوں گے، نہ ملکی ترقی اور عصری تقاضوں کے خلاف کوئی آواز بلند کرنے والا ہوگا۔ ہمیں اچھی طرح یقین ہے کہ حکومت اتنی بے خبر اور ناسمجھ نہیں ہے کہ وہ ان بازیگروں سے بے خبر ہو جن کے اشاروں پر یہ کٹھ پتلیاں ناچ رہی ہیں، بقول شاعر: کوئی معشوق ہے اس پردۂ زنگاری میں... اور مشرقِ وسطیٰ کے المیہ کے بعد تو یہ راز بالکل ہی طشت ازبام ہو چکا ہے کہ اسلامی ملکوں اور مسلمان قوموں میں سامراجی منصوبوں کو خاک میں ملانے والی ناقابلِ تسخیر طاقت صرف اسلام اور دین وایمان کی قوت ہے، اس لئے تمام استعماری حکومتیں اور سامراج پرست قومیں (یاد رکھئے! اشتراکی ممالک اور اقوام درحقیقت سب سے بڑی استعمار پرست قومیں ہیں) جس طرح بھی بن پڑے زور سے، زر سے، دھمکیوں سے، لالچوں سے اسلامی ممالک اور مسلمان قوموں سے اسلام اور دین وایمان کو مٹانے کے درپے ہیں، کوئی دوست بن کر کوئی دشمن بن کر۔ اس وقت دنیا میں جنگ دراصل دین اور لادینیت کی جنگ ہے۔

علومِ دینیہ اور علماء کے خلاف پروپیگنڈہ کرنے والوں سے چند سوالات

تاہم ان لادینی اقوام کے بامعاوضہ یا بے معاوضہ ایجنٹوں سے علومِ دینیہ اور علماءِ دین کے خلاف پروپیگنڈے کی پول کھولنے کی غرض سے ہم دریافت کرتے ہیں کہ:

۱...... کس عالمِ دین نے کب اور کہاں یہ کہا ہے کہ ملکی دفاع کو مستحکم کرنے کی غرض سے جدید آلات واسلحہ سے مسلح اور جدید فنون سے واقف اور آزمودہ کار فضائی اور بحری بیڑہ تیار کرنا اور اس کے لئے ٹینک سازی، طیارہ سازی اور اسلحہ سازی کے کارخانے قائم کرنا، ایٹمی انرجی کے ادارے قائم کرنا اور ان کو فروغ دینا حرام اور شرعاً ممنوع ہے اور ایٹم یا ہائیڈروجن بم بنانا گناہ ہے؟

۲...... کس عربی مدرسہ میں یہ درس دیا جاتا ہے کہ ملک کو غذا کے مسئلہ میں خود کفیل بنانے کی غرض سے ملکی غذائی پیداوار میں اضافہ کرنے کی مہم چلانا، اس کے لئے محکمے قائم کرنا، منصوبے بنانا، مصنوعی کھاد، ٹریکٹر اور ترقی یافتہ جدید آلاتِ زراعت کے کارخانے قائم کرنا، جراثیم کش ادویہ ہوائی جہازوں کے ذریعہ کھیتوں میں چھڑکنا، قابلِ کاشت زمین کو سیم اور تھور کے گھن سے پاک کرنے کی غرض سے ترقی یافتہ ملکوں میں آزمودہ تدابیر ووسائل پاکستان میں اختیار کرنا، ناقابلِ کاشت زمینوں کو قابلِ کاشت بنانا اور اس مقصد کے لئے قوم کا روپیہ خرچ کرنا حرام ہے، خدا کی ناراضگی اور آخرت کے عذاب کا موجب ہے؟

۳...... کس مفتیِ دینِ متین نے یہ فتویٰ دیا ہے کہ غیر ملکی مصنوعات سے بے نیاز ہونے اور ملکی مصنوعات کو فروغ دینے کی غرض سے پاکستانی انڈسٹری کو جدید ترقی یافتہ معیار پر لانا اور اس کے لئے دوسرے ملکوں سے جدید سے جدید مشینری برآمد کرنا، بڑے بڑے جدید طرز کے صنعتی کارخانے قائم کرنا اور ملک کو صنعت کے اعتبار سے اس قابل بنانا کہ ملکی ضروریات سے فاضل مصنوعات کو عالمی منڈیوں میں برآمد کر سکے معصیت ہے اور حرام یا مکروہ تحریمی ہے؟

۴...... کس عربی مدرسہ کی درسی کتاب میں لکھا ہے کہ ملک کی تجارت، درآمد و برآمد اور اقتصادیات کی سطح کو بلند کرنے کے لئے درآمد و برآمد کے جدید نظام کو اختیار کرنا، ضرورت کے تحت بیرونی تجارتی اداروں کو ملک میں جائز اور ملکی مفاد کے مناسب شرائط کے تحت کاروبار کرنے کی اجازت دینا یا ملکی مفاد کے خلاف کاروبار کرنے والے اداروں کو معاوضہ دے کر قومی ملکیت میں لے لینا گناہ اور ناجائز ہے؟

۵...... کس جامع مسجد کے خطیب عالمِ دین نے برسرِ منبر یہ خطبہ دیا ہے کہ ملک میں تباہ کن حد تک پہنچی ہوئی اسمگلنگ (غیر قانونی تجارت) وہ بھی دشمنِ ملک کے ساتھ، چور بازاری اور رشوت ستانی کو ختم کرنے کے لئے اعلیٰ سطح پر مؤثر تدابیر اختیار کرنا، محکمے قائم کرنا، ملک میں خطرناک حد تک بڑھتے ہوئے جرائم کے انسداد کے لئے پولیس فورس کو بڑھانا اور مؤثر اقدام کرنا اور معاشرہ کو تباہ کرنے والے جرائم پیشہ لوگوں کو عبرت ناک شرعی سزائیں دینا (جو موجودہ قانونی سزاؤں سے بدرجہا زیادہ عبرت ناک ہیں) ظلم

ہے، گناہ ہے اور ناجائز ہے؟ یعنی عدل ومساوات کے ساتھ ساتھ ہر شعبۂ زندگی میں ملک کی ترقی اور فروغ کے وسائل اور اقدامات کو اختیار کرنے سے علوم آخرت کے حاملین ہرگز منع نہیں کرتے۔ اور دینی درسگاہوں اور علماءِ دین کی مساعی کو ملکی ترقی کی راہ میں رکاوٹ کہنا سفید جھوٹ اور شیطانی پروپیگنڈہ ہے۔

علماءِ دین کا پیغام اور دعوتِ دین

ہاں! وہ یہ ضرور کہتے رہے، کہتے ہیں اور کہتے رہیں گے، مدرسوں کی درس گاہوں میں مسندِ درس پر بیٹھ کر بھی اور مسجدوں کے منبر اور مجمع عام کے اسٹیج پر کھڑے ہو کر بھی، بلکہ تختۂ دار کے اوپر بھی اور جیل خانوں کی کال کوٹھریوں کے اندر بھی، ظالم وجابر حکمرانوں کے رُو دررُو بھی اور پسِ پشت بھی اور اسلام کا حقیقی محافظ خدا ان کے کلمۂ حق کو قوم کے کانوں تک ضرور پہنچائے گا، تجربہ اس کا شاہد ہے کہ:

۱...... اسلامی ملک میں صرف خدا کا نازل کردہ اور رسول ﷺ کا لایا ہوا اسلامی قانون ہی بغیر کسی ترمیم وتصرف اور کتر بیونت کے نافذ کیا جاسکتا ہے، اس کے منافی یا اس کے علاوہ کسی بھی قانون کو نافذ کرنا حرام ہے اور اس کی مخالفت فرض ہے۔

۲...... ہنگامی حالات کو، وقت کے تقاضوں کو اور ملکی ترقیاتی منصوبوں کو اسلامی قانون کے سانچے میں ڈھالنا ماہرینِ قانونِ اسلامی کا فرض ہے۔ اسلامی قانون کو ان حالات، تقاضوں اور ترقیاتی منصوبوں کے سانچے میں ڈھالنا اور اس غرض سے اس کی خودساختہ تعبیرات اور من مانی تشریحات کرنا قطعاً حرام اور گناہِ کبیرہ، بلکہ کفر وارتداد کے مرادف ہے۔

۳...... اسلامی معاشرہ میں:

الف...... زنا قطعاً حرام ہے اور شرعی ثبوت کے بعد اس پر حد جاری کرنا فرضِ عین ہے چاہے، وہ چکلوں میں ہو، چاہے کلبوں میں، چاہے گھروں کی چار دیواریوں کے اندر ہو، چاہے سرِراہ اور چاہے باہمی رضامندی سے ہو، چاہے بالجبر ہو، بہرصورت زنا نا قابلِ دست اندازئ پولیس جرم ہے، زنا کے کیس میں کوئی بھی عدالت باہمی مصالحت (راضی نامہ) قبول کرنے کی مجاز نہیں۔

ب...... شراب (ام الخبائث جس کی جنم دی ہوئی خباثتوں سے مغربی ممالک بھی لرزہ براندام ہیں) قطعاً حرام ہے، خواہ ایک گھونٹ ہو، خواہ ایک بوتل، کسی بھی قسم کی ہو، کسی بھی نام کی، اسلامی ملک میں اسلامی حکومت کے لئے اس کی کشید یا درآمد وبرآمد اور خرید وفروخت کے لائسنس جاری کرنا بھی حرام ہے اور اس کے ٹیکس سے جو حکومت کو آمدنی ہوتی ہے، وہ بھی قطعاً حرام ہے۔

ج...... سود (ملک کی دولت وثروت، خیر وبرکت کو چاٹ جانے والی ''دیمک'' دولت کو پوری قوم کے ہاتھوں سے چھین کر چند سودخوار ہاتھوں میں جمع کردینے والا ''شعبدہ'') لینا بھی اور دینا بھی قطعاً حرام ہے۔ اسی طرح ہر سودی کاروبار بڑا ہو یا چھوٹا، سودی نظامِ مالیات، بینکاری سسٹم، پوری قوم کو بھوکا

ننگا بنا دینے والا سسٹم، قطعاً حرام ہے۔ اس کے بجائے اسلامی نظامِ مالیات و اقتصادیات ملک میں جاری کرنا اور سود کی لعنت سے ملک کو پاک کرنا ہر مسلمان حکومت کا فرضِ اولین ہے، دنیا کی فلاح کے اعتبار سے بھی اور آخرت کی نجات کے اعتبار سے بھی۔

د......قمار جوا (خواہ مہذب ہو، خواہ غیر مہذب، کلبوں میں ہو، خواہ ریس کورس میں، کسی بھی شکل وصورت میں ہو) قطعاً حرام ہے، اس سے جو آمدنی ہو وہ بھی قطعاً حرام ہے اسلامی حکومت کے لئے کسی بھی صورت میں جوئے کے لائسنس دینا اور اس کی آمدنی سے ٹیکس وصول کرنا بھی قطعاً حرام ہے۔

ہ......اسلامی معاشرہ کے تحفظ کے لئے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا ایک محکمہ ''احتساب'' قائم کرنا جو محرمات ومنکراتِ شرعیہ کا ارتکاب کرنے والوں کو شرعی سزائیں دینے کا مجاز ہو، اسلامی حکومت کا فرض ہے، تاکہ خود غرض اور ہوس پرست اسلامی معاشرہ کے خدوخال کو مسخ کرنے کی جرأت نہ کرسکیں۔

یاد رہے! کسی خطۂ زمین اور ملک وملت میں علومِ آخرت کے مذکورۂ سابق ثمرہائے بیش رس اور خیرات وبرکات کے وجود، نشو ونما اور بقا وتحفظ کے لئے اس ملک میں انسانی دسترس سے محفوظ قانونِ الٰہی اور احکام شرعیہ کا نفاذ اور امر بالمعروف، نہی عن المنکر کے لئے محکمۂ احتساب از بس ضروری ہے اور یہ فرض اسی طبقہ کے ہاتھوں انجام پاسکتا ہے جو نسلاً بعد نسل اپنی عمریں علوم قرآن اور علومِ سنت کی تحصیل، غور وفکر اور پھر ان پر عمل کرنے کرانے میں صرف کرتے ہیں، یعنی حاملینِ علوم کتاب وسنت علماء۔ اور ایسے علماء کو پیدا کرنے اور پروان چڑھانے والے ادارے یہی آزاد معابد و مدارسِ علوم عربیہ ہیں، جو ملک ان آزاد عربی مدارس اور دینی مکاتب سے محروم ہوجائے گا، وہ لازمی طور پر حاملینِ علومِ الٰہیہ سے بھی محروم ہوجائے گا اور پھر اس ملک اور اس کے معاشرے کی فنی اور سائنسی علوم وفنون کی ترقی کے باوجود وہی بھیانک شکل اور جہنمی صورت بن جائے گی، جس کا نمونہ ہم اس سے پہلے پیش کرچکے ہیں۔

دینی مدارس اور ان کا فائدہ

یہ علومِ آخرت کی درس گاہیں اور ان سے پیدا ہونے والے حاملینِ علومِ انبیاء علمائے حق، حکومت کے عدمِ تعاون یا عوام کی سرد مہری کی وجہ سے مذکورہ بالا قابلِ رشک اسلامی معاشرہ کی تشکیل میں اگر کامیاب نہ بھی ہوں، تب بھی ان کے دم قدم کا اتنا فائدہ ضرور ہوگا کہ معاشرہ کے فسق وفجور میں گرفتار افراد قانونِ الٰہی اور احکامِ شرعیہ کی خلاف ورزی، سودخوری، شراب نوشی، حتی کہ زناکاری اور فحاشی کے باوجود خود کو گنہگار، عند اللہ مجرم ضرور سمجھتے رہیں گے اور کسی نہ کسی وقت خدا کے سامنے گناہوں کی مغفرت کے لئے ان کے ہاتھ ضرور اٹھتے رہیں گے، بالکل ہی خدا ناشناس درندے اور جانور نہ بنیں گے اور اس خدا شناسی اور اعترافِ گناہ کی بدولت - اگرچہ صرف دل ہی سے ہو - عام عذابِ الٰہی، خدائی قہر اور الٰہی انتقام کا نشانہ نہ بنیں گے، ارشاد ہے: ''وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ''.

ترجمہ: ''اللہ سے یہ بعید ہے کہ وہ تو اللہ سے مغفرت کی دعائیں کر رہے ہوں اور اللہ ان کو عذاب (آسمانی) میں گرفتار کر دے''۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ ایمانی قوت اور اسلامی روح اگر چہ فسق و فجور کی وجہ سے کتنی ہی مضمحل اور کمزور ہو جائے، باقی ضرور رہتی ہے اور آڑے وقت ضرور کام آتی ہے (ستمبر ۱۹۶۵ کی پاک بھارت جنگ میں اس کا مشاہدہ ہو چکا ہے) علاوہ ازیں چونکہ ان علماءِ دین اور حاملینِ علومِ آخرت کی عمر کا وہ حصہ جو فطری طور پر دنیوی علوم، صنعت وحرفت اور ان کے علاوہ دنیوی وسائلِ معاش کے سیکھنے اور حاصل کرنے کا ہوتا ہے، انہی علومِ دینیہ کی درس گاہوں اور علومِ دینیہ کے حاصل کرنے میں گذر جاتا ہے، اس کے بعد وہ دنیوی اعتبار سے کسی مصرف کے نہیں رہتے۔ اس لئے قدرتی طور پر ان کی معاشی زندگی دین اور دینی خدمات سے وابستہ ہو جاتی ہے، خواہ درس وتدریسِ علوم دینیہ کی صورت میں ہو، خواہ وعظ وتبلیغ کی صورت میں، خواہ مؤذنی، امامت وخطابت کی شکل میں ہو یا مکاتبِ قرآنِ کریم میں حفظ یا ناظرہ قرآنِ کریم کی تعلیم کی شکل میں، اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ قوم اور اس کے معاشرہ میں ان لوگوں کی بدولت کم از کم دین کا شعور اور خدا پرستی کا احساس ضرور بیدار اور باقی رہتا ہے، بلکہ قوم کی اکثریت انفرادی طور پر ضرور دین دار اور احکامِ شرعیہ کی بڑی حد تک پابند رہتی ہے، حرام وحلال، طاعت ومعصیت، عذاب وثواب کی تمیز اور کسی نہ کسی درجہ میں خوفِ خدا اور خوفِ آخرت ضرور باقی رہتا ہے اور اس کے نمایاں اثرات محفوظ رہتے ہیں اور کسی نہ کسی وقت اس کے برکات ضرور ظاہر ہوتے ہیں۔ اس کے برعکس بعض اسلامی ملکوں میں ان آزاد عربی مدارس ومکاتب کا وجود حکومت کے زور سے بالکل ختم کر دیا گیا ہے اور ملک کے تمام مدارس ومکاتب کو دنیوی تعلیم کی درس گاہوں میں تبدیل کر دیا گیا ہے، امامت وخطابت، وعظ وتبلیغ اور درس وتدریس کو حکومت کے کنٹرول میں لے لیا گیا ہے، ان ملکوں میں علومِ قرآن وحدیث وفقہ واصولِ فقہ کے سوتے بالکل خشک ہو چکے ہیں اور اس کے نتیجہ میں نری عیش پرستی کے تسلط کی وجہ سے ایمانی قوت اور دینی روح اور خدا پرستی کا احساس اور چرچا بالکل ہی ختم ہو چکا ہے یا ختم ہوتا جا رہا ہے، اسلام کی جگہ قومیت نے لے لی ہے، خدا کی جگہ مادی ترقیات پر قابض طاغوتی طاقتوں نے لے لی ہے، قانونِ الٰہی کی جگہ انسانی ساختہ پرداختہ استعماری یا اشتراکی قوانین نے اور امر بالمعروف، نہی عن المنکر کی جگہ مغربی تہذیب اور اس کے لوازمات: موسیقی، رقص وسرود، غنا، عریانی، فحاشی اور جنسی جذبات کو برانگیختہ اور مشتعل کرنے والی فلموں، ڈراموں اور نام نہاد ثقافتی پروگراموں نے لے لی ہے اور عام طور پر پوری قوم میں خصوصاً نوجوان نسلیں شب وروز ریڈیو پر موسیقی کے نغمے اور دھنیں سننے اور ٹیلیویژنوں پر عریاں مناظر دیکھنے اور پھر اپنی نجی صحبتوں، مجلسوں یا خلوتوں میں قدِ آدم آئینوں کے سامنے اس فحاشی اور جنسی آوارگی کی ریہرسل (مشق) اور عملی تجربے کرنے میں مصروف ہے۔ **العیاذ باللہ**۔

سانحہ کراچی

جامع مسجد باب الرحمت اور دفتر ختم نبوت

صحیح صورتحال!

مولانا اللہ وسایا مدظلہ

پاکستان بننے کے بعد کراچی میں مجلس تحفظ ختم نبوت کا دفتر سائرہ مینشن بالمقابل ریڈیو پاکستان، ایم اے جناح روڈ پر قائم ہوا۔ ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت کے دوران کراچی میں مجلس کے مبلغ مناظر اسلام مولانا لال حسین اخترؒ تھے۔ حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ، مولانا ابوالحسنات سید محمد احمد قادریؒ، مناظر اسلام مولانا لال حسین اخترؒ، شیعہ مکتب فکر کے معروف رہنما اور آل پارٹیز مرکزی مجلس عمل تحفظ ختم نبوت کے سیکرٹری جنرل سید مظفر علی شمسی، معروف احرار رہنما مجاہد ملت ماسٹر تاج الدین انصاری اسی دفتر سے ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں گرفتار ہوئے تھے۔

۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت میں کامیابی کے بعد عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کراچی کے امیر حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰنؒ تھے۔ وہ جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ سید محمد یوسف بنوری ٹاؤن کے مہتمم اور عالمی مجلس کے مرکزی نائب امیر بھی تھے۔ تب شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ کا ماہنامہ ''بینات'' کراچی اور عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے کام کی سرپرستی کے باعث قیام کراچی میں تھا۔

حضرت مفتی صاحب مرحوم اور حضرت لدھیانوی مرحوم کی زیر ہدایت سائرہ مینشن سے جامع مسجد باب الرحمت پرانی نمائش کراچی میں دفتر منتقل کیا گیا۔ بعد میں اس کی عظیم الشان تعمیر ہوئی، جو اس وقت اپنی خوبصورتی اور محل وقوع کی اہمیت کے پیش نظر ہر گزرنے والے مسلمان کو دعوت نظارہ دیتی ہے۔

یکم محرم کا وقوعہ قتل و دھرنا و گھیراؤ

یکم محرم ۱۴۳۳ھ بروز اتوار ۲۷ نومبر ۲۰۱۱ء کو کالعدم سپاہ صحابہ کے کارپردازان کراچی المعروف اہل سنت والجماعت نے یوم سیدنا فاروق اعظمؓ کے سلسلہ میں پرانی نمائش چورنگی کے راستہ اپنی

ریلی تبت سینٹر لے جانا تھی۔ ان کے بعض لوگ جامع مسجد باب الرحمت کی پارکنگ میں جمع ہوئے، ریلی میں یہاں سے شریک ہوئے۔ ان کے بعض حضرات کا باہر مسجد کے گراؤنڈ میں آنا اور وہاں سے ریلی کے جلوس میں شریک ہونا شیعہ حضرات نے بھی نوٹ کیا، اس لئے کہ نصف صدی کے لگ بھگ اسی چورنگی کے قریب نشتر پارک میں شیعہ حضرات کی مسجد، امام بارگاہ ہے۔ آغاز محرم سے وہاں ان کی اپنے عقیدہ کے مطابق بھرپور سرگرمیاں ہوتی ہیں۔ پرانی نمائش کی چورنگی پر محرم کے دس دنوں میں شیعہ مسلک کی سرگرمیوں کا عروج ہوتا ہے۔ ربیع الاوّل کے بارہ دنوں میں سنی تحریک کے حضرات اس چورنگی کو اپنی سرگرمیوں کے لئے مختص کرتے ہیں۔ ویسے ہر سیاسی و مذہبی تہوار و پروگرام کے لئے یہ چورنگی مرکز کا کام دیتی ہے۔ جب سے اس چورنگی کی بغل میں مسجد باب الرحمت اور دفتر ختم نبوت کا قیام ہوا ہے، فرقہ واریت کے حوالہ سے کبھی یہاں کوئی تنازعہ کھڑا نہیں ہوا۔

یکم محرم الحرام یوم فاروق اعظمؓ کا جلوس اس چورنگی پر پہنچا تو راستہ میں پہلے سے شیعہ حضرات نے اپنی سبیلیں لگائی ہوئی تھیں، ان کے وہاں کیمپ بھی موجود تھے۔ چورنگی پر نعرہ بازی ہوئی، فریقین نے ایک دوسرے کو ترچھی نظروں سے دیکھا، لیکن اتنے میں ریلی آگے بڑھ گئی۔ سبیلوں و کیمپوں پر شیعہ حضرات کا موجود ہونا، ان کی سرگرمیوں کو نہ روکنا اور نہ ہی جلوس کا روٹ تبدیل کرنا، فریقین کو اجازت دے دینا لگتا ہے کہ نادیدہ قوتیں فریقین کے کندھوں کو تھپتھپا رہی تھیں۔

تبت سینٹر جا کر اہل سنت والجماعت کا جلوس اختتام پذیر ہوا، قیادت و کارکن مختلف جہتوں سے چل دیئے، کچھ شرکاء کی واپسی اسی راستہ سے ہوئی۔ کسی سبیل پر شرکاء جلوس کے پسماندگان اور سبیل پر متعین شیعہ کارکنوں کی تو تکار، منہ ماری کے دوران کسی نے فائرنگ کر دی، جس کے نتیجہ میں دو شیعہ کارکن موقع پر جان کی بازی ہار گئے۔ بھگدڑ واقع ہوئی۔ جلوس کے بعض پسماندگان نے مسجد باب الرحمت کا رخ کیا، خود تو آئے اور ہمارے لئے مفت کی آفت ہمراہ لائے: ''ہم تو ڈوبے ہیں صنم تجھے بھی لے ڈوبیں گے'' کا مصداق۔ عصر کا وقت تھا، مسجد باب الرحمت میں حضرت لدھیانویؒ کے زمانہ سے اتوار کے روز عصر کے بعد مجلس ذکر ہوتی ہے، مولانا سعید احمد جلالپوریؒ کے زمانہ سے بھی یہ معمول جاری رہا، آج کل حضرت مولانا محمد اعجاز صاحب امیر عالمی مجلس کراچی، مجلس ذکر کے معمولات کو پورا کراتے ہیں۔ عصر کی نماز کھڑی تھی۔ دفتر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے منتظمین، مسجد کے نمازیوں اور مجلس ذکر کے شرکاء کو قطعاً علم نہ تھا کہ باہر کون آیا، کون گیا، پارکنگ میں کون آئے تھے، کون گئے تھے۔ اب باہر کیا ہوا ہے؟ نماز کے دوران شرکاء جلوس کے پسماندگان کا دگڑ دگڑ کرتے ہوئے مسجد میں آنا، اس سے دفتر کے ساتھیوں اور نمازیوں کو خیال ہوا کہ باہر کچھ ہوا ہے، کیا ہوا ہے؟ قطعاً علم نہ ہو سکا۔

سلام پھیرتے ہی مسجد کے دروازے پیٹے گئے، معلوم ہوا کہ نماز کے دوران وضو خانہ کا جو

دروازہ ہمیشہ کھلا ہوتا ہے وہ بھی کسی نے اندر سے بند کر دیا ہے۔ اسے کھولا گیا تو رینجرز کے اہلکار پندرہ بیس (یا کم وبیش) اندر داخل ہوئے۔ انہوں نے آتے ہی دفتر کے ساتھیوں، نمازیوں اور ذاکرین کو علیحدہ ایک سائیڈ پر کر دیا اور آؤٹ سائیڈ سے آنے والے حضرات کو علیحدہ ایک سائیڈ پر بٹھا دیا۔ بعض موجود حضرات کا کہنا ہے کہ نو وارد یعنی جلوس کے پسماندگان میں سے بعض کو مارا گیا، تشدد ہوا، ہاتھ اور آنکھیں باندھی گئیں، ان سے اسلحہ برآمد کیا۔ (جتنے منہ اتنی باتیں۔ صحیح صورتحال اللہ تعالیٰ جانتے ہیں) اتنے میں مسجد کے باہر شیعہ حضرات نے گھیراؤ کر لیا، سڑک والی دیوار توڑی گئی، مسجد کا گھیراؤ کیا گیا، پتھراؤ ہوا، شیشے ٹوٹے، دروازے، کھڑکیوں کو توڑنے کی کوشش کی گئی، نقصان پہنچایا گیا۔ ان کا مطالبہ تھا کہ ہمارے قاتل اندر ہیں، ان کو ہمارے سپرد کرو۔ خدانہ کرے اگر وہ اندر داخل ہو جاتے تو اتنا نقصان ہوتا کہ اس کے تصور سے بھی روح کانپتی ہے۔

آج ملتان دفتر ختم نبوت میں نماز کے دوران فقیر اتفاق سے موبائل بند کرنا بھول گیا۔ مغرب کی نماز میں موبائل سے کال آئی، فقیر نے کاٹ دی، دوسری، تیسری، فقیر کاٹتا رہا۔ بڑی بے چینی سے نماز پڑھی گئی، سلام پھیرتے ہی دیکھا تو مولانا محمد اعجاز کا فون تھا۔ مسجد کے ہال سے باہر صحن میں آیا تو ان سے رابطہ ہوا، انہوں نے صورتحال بتائی۔ فقیر نے قائد جمعیت حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب کو فون کیا۔ حضرت مولانا محمد اکرم طوفانی، حضرت مولانا قاری محمد حنیف جالندھری صاحب، حضرت قاضی حسین احمد صاحب، مولانا عزیز الرحمٰن ثانی کو فون کر کے صورتحال بتائی۔ اب فون بند کیا تو جوابات ملنے شروع ہو گئے۔ مولانا ثانی نے بتایا کہ مولانا عبدالغفور حیدری سے بات ہوگئی ہے وہ ائیر پورٹ کراچی سے شہر آ رہے ہیں، ان کی آئی۔جی سندھ، ڈی۔آئی۔جی کراچی، ایڈیشنل آئی۔جی سندھ سے بات ہوگئی ہے، انہوں نے صورتحال کو سنبھالنے کا عندیہ دیا ہے اور یہ کہ آئی۔جی صاحب دفتر ختم نبوت کراچی کے باہر پہنچ گئے ہیں۔

اتنے میں یکے بعد دیگرے حضرت مولانا فضل الرحمٰن کے تین فون آئے۔ آپ مسلسل ملتان، فقیر سے، خانقاہ شریف اور کراچی بنوری ٹاؤن سب حضرات سے رابطہ میں رہے۔ سب سے پہلے آپ نے گورنر سندھ کو فون کیا، آپ کے فون کے چند منٹ بعد پولیس ورینجرز نے شیلنگ کر کے مظاہرین کو دوڑانا شروع کر دیا۔ جلوس کے پسماندگان کو علیحدہ گاڑیوں میں تھانہ روانہ کیا گیا۔ دفتر کے ساتھیوں، نمازیوں، مجلس ذکر کے شرکاء اور دفتر کے فیملی کوارٹرز میں رہائش پذیر اہل خانہ کو ایک ساتھ دوسری گاڑی میں روانہ کیا گیا۔

حضرت مولانا امداد اللہ مدرس جامعۃ العلوم الاسلامیہ، حضرت قاری محمد اقبال، سید حماد اللہ شاہ رہنمائے جمعیت علماء اسلام، مولانا قاضی احسان احمد، رانا محمد انور، محترم جناب منظور احمد میو برابر صورتحال سے باخبر تھے، انتظامیہ سے رابطہ، باہر کے حضرات کو اطلاعات دیتے رہے۔ حضرت مولانا

فضل الرحمٰن، حضرت مولانا عبدالغفور حیدری کی بروقت کرم فرمائی وسرپرستی سے پیش آمدہ ناگہانی مصیبت سے بال بال اللہ رب العزت نے بچا لیا کہ کوئی جانی نقصان نہ ہوا۔ اتنے میں حضرت قاضی حسین احمد کا فون آگیا کہ جناب ساجد نقوی تو ملک سے باہر ہیں، البتہ جناب وزارت حسین نقوی سے بات ہوگئی ہے، وہ اس پر سخت رنجیدہ خاطر ہیں کہ ختم نبوت کا پلیٹ فارم تو مشترکہ ہے، اسے کیوں نشانہ بنایا گیا۔ انہوں نے اپنی کراچی کی قیادت سے بات کرنے کا وعدہ کیا ہے، محترم وزارت حسین نقوی بھکر کے ہیں۔ جناب ڈاکٹر دین محمد فریدی نے بھی ان سے رابطہ کیا تو انہوں نے بتایا کہ کراچی بات کر رہا ہوں، اطمینان رکھیں، دفتر ختم نبوت کی نگہداشت کے لئے دل وجان سے کوشاں ہوں۔

آٹھ بجے کے قریب دفتر کے ساتھی، نمازی وشرکاء مجلس ذکر کو دوسری سائیڈ سے تھانہ لے جایا گیا۔ دفتر کا ہال، دفتر کا کمرہ فیملی کوارٹرز کو تالے لگا کر ساتھی دفتر سے رخصت ہوئے۔ اس وقت دفتر میں رینجرز والے تھے۔

حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب کو تازہ صورتحال سے آگاہ کیا گیا تو آپ نے صوبہ سندھ کی قیادت سے بات کی کہ ناگہانی باہر سے آنے والے اور دفتر میں موجود، نمازی وذاکرین دونوں کی پوزیشن جدا جدا ہے۔ جن جن حضرات پر آپ کو شبہ ہو ہم قطعاً ان کی سفارش نہیں کرتے، چاہے وہ ہمارے نمازی ساتھی یا دفتر کا عملہ بھی کیوں نہ ہو، لیکن اگر یہ بے گناہ ہیں تو اندھے کی لٹھ مشکوک و بے گناہ سب کو برابر نہ رکھیں۔ اللہ رب العزت کا کرم ہے کہ جن جن سول، یا رینجرز، پولیس یا صوبائی انتظامیہ کے آفیسران سے جس کی بات ہوئی، سب آفیسران نے یہ کہا کہ دفتر، اس کا عملہ، نمازی وذاکرین بے قصور ہیں، ان کو ہم نے گرفتار نہیں کیا، صرف حفاظتی نقطۂ نظر سے حصار میں لیا ہے۔ قصہ کوتاہ کہ رات بارہ بجے تمام ہمارے ساتھیوں کو رہا کر دیا گیا۔

لیکن یہ صدمہ کبھی نہ بھولے گا کہ ہمارے اہل خانہ، معصوم دودھ پینے والے بچوں، نمازیوں اور دفتر کے عملہ کو جب آزاد کیا جا رہا تھا تو باہر سے ایک صاحب نے پولیس افسران سے واویلا کیا کہ یا تو دوسروں کو بھی رہا کرو، ورنہ ان کو بھی رہا نہ کرو۔ ان کے نزدیک گھر میں بیٹھے ہوئے غیر متعلقہ حضرات اور اس شور وشر سے جان بچا کر گھس آنے والے دونوں کو ایک ترازو میں تولنے کی کوشش کی گئی۔ لیکن ان کا کیا شکوہ کرنا ہے:

ایں خانہ ہمہ آفتاب است

اللہ تعالیٰ نے ہماری اس بلائے ناگہانی سے جان چھڑا دی۔ رات ساڑھے بارہ بجے کے بعد کہیں جا کر سکھ کا سانس لینا نصیب ہوا۔ حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق سکندر دامت برکاتہم تو ایک ایک سیکنڈ تمام کارروائی کی سرپرستی فرما رہے تھے۔ حضرت امیر مرکزیہ مولانا عبدالمجید لدھیانوی دامت برکاتہم

سے بھی مسلسل رابطہ رہا۔ آپ بھی برابر دعاؤں سے ہماری سرپرستی فرمارہے تھے۔
۲ محرم الحرام، ۲۸ رنومبر ۲۰۱۱ء

جمعیت علماء اسلام کراچی کے رہنما حضرت مولانا قاری محمد عثمان، جامعۃ العلوم الاسلامیہ کے حضرت مولانا امداد اللہ، حضرت مولانا حافظ عبدالقیوم نعمانی، مولانا محمد اعجاز، مولانا قاضی احسان احمد، قاری محمد اقبال، راؤ منظور احمد ایڈووکیٹ، جناب رانا محمد انور، جامعۃ العلوم الاسلامیہ میں جمع ہوئے۔ حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر دامت برکاتہم کے صاحبزادہ حضرت مولانا محمد سعید اور دیگر حضرات بھی شریک مشاورت ہوئے۔ طے ہوا کہ:

۱...... انتظامیہ سے ملاقاتیں کر کے صحیح صورتحال سے انہیں باخبر کیا جائے۔
۲...... دفتر ختم نبوت پر رینجرز کا قبضہ ہے، وہاں پر جا کر اپنے دفتری معمولات کو شروع کیا جائے۔
۳...... گورنر، وزیراعلیٰ، آئی۔جی، ایڈیشنل آئی۔جی، ڈی۔آئی۔جی، کمشنر، وزیر داخلہ، ہوم سیکرٹری اور دیگر حضرات سے ملاقات کا وقت لیا جائے۔
۴...... کراچی کی شیعہ قیادت کو بھی صحیح صورتحال سے باخبر کیا جائے۔
۵...... چنانچہ ان متذکرہ حضرات سے ملاقات کے لئے محضر نامہ تیار کیا گیا۔

کمشنر صاحب سے اسی دن پہلے وقت ملاقات ہوگئی۔ کمشنر صاحب نے وفد کے مطالبات کو ہمدردی سے سنا اور تمام مطالبات کو تسلیم کرنے کا وعدہ کیا۔ نیز انہوں نے کہا کہ ضلعی، ڈویژنل، ویراونشنل ہر میٹنگ میں یہی دھرایا گیا کہ اس وقوعہ سے ذرہ برابر مجلس تحفظ ختم نبوت، مسجد اور نمازیوں کا قطعاً تعلق نہیں ہے۔ اندر داخل ہونے والے یا باہر گھیراؤ کرنے والے دوسرے لوگ تھے، مجلس کا اس میں قطعاً دخل نہیں۔ کمشنر صاحب نے فرمایا کہ شام کو آپ دفتر میں جائیں، دفتر کا تمام نظم سنبھال لیں۔ اس وقت مقتولین کا جنازہ اس چورنگی پر ہو رہا ہے، سخت دباؤ ہے، اس سے ہم فارغ ہوں تو دفتر آپ کے سپرد ہو جائے گا۔ شام کو محترم قاری محمد اقبال صاحب، سید کمال شاہ، جناب سید انوار الحسن شاہ صاحب دفتر گئے۔ تو رینجرز کا لشکر دفتر میں براجمان، دفتر کے تالے کاٹے ہوئے۔ فیملی کوارٹرز کے تالے کاٹے ہوئے، سیف ٹوٹے ہوئے، ہر گھر سے زیورات ونقدی، دفتر سے سیف توڑ کر جو طوفان نگہبانوں نے قائم کیا ہوا تھا، الامـــان۔ غرض جو محافظ تھے انہوں نے جو حشر کیا وہ بہت ہی افسوسناک تھا۔ اب تازہ صورتحال، مطالبات اور نقصانات کی تفصیل مرتب کی گئی۔ ان میں سے آئی جی صاحب کو جو محضر نامہ پیش کیا گیا، اس میں تمام تفصیلات موجود ہیں۔ اس کی نقل پیش خدمت ہے۔

گرامی قدر محترم جناب آئی جی سندھ پولیس

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

معروض آنکہ علماء کرام کا یہ نمائندہ وفد جو آج مورخہ ۲۸ر نومبر ۲۰۱۱ء بروز پیر آپ سے ملاقات کر رہا ہے۔ اس ملاقات کا پس منظر گزشتہ روز دفتر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت متصل جامع مسجد باب الرحمت واقع پرانی نمائش ایم اے جناح روڈ پر رونما ہونے والا دل سوز، رقت آمیز اور انتہائی دردناک واقعہ ہے جس کی تفصیلات سے آنجناب بخوبی واقف ہو چکے ہیں، تاہم وفد کا آپ کی خدمت میں پیش ہونا ایک تو اس غرض سے ہے کہ ہم یعنی علماء عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت آپ کے سامنے اپنی پوزیشن اور جماعتی اصول اور ترتیب کو واضح کریں اور آنجناب کے توسط سے اپنے جائز حقوق اور مطالبات پورے کئے جانے کی بھرپور درخواست کریں۔

گزارش یہ ہے کہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ملت اسلامیہ کا وہ نمائندہ اجتماعی، اتفاقی اور غیر متنازعہ پلیٹ فارم ہے جو ایک عرصہ سے امت مسلمہ کے ایمان کی حفاظت، عقیدہ ختم نبوت کی پاسبانی کا فریضہ انتہائی ذمہ داری کے ساتھ پورا کر رہا ہے، عرض یہ ہے کہ یہ پلیٹ فارم کسی ایک مسلک یا گروہ کی ترجمانی نہیں بلکہ ملت اسلامیہ اور اسلامیان پاکستان کی تحفظ ناموس رسالت سے متعلق رہنمائی کرتا ہے، جب سے فتنہ قادیانیت نے سر اٹھایا امت کے جید ترین اسکالر میدان میں آئے اور عوام کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت کا کیس سمجھایا۔ اس کے لیے مولانا انور شاہ کشمیری ہوں یا مولانا ثناء اللہ امرتسری، شیعہ رہنما علی الحائری ہوں، یا مولانا احمد رضا خان بریلوی ہوں یا پیر مہر علی شاہ گولڑوی ان تمام اکابرین نے ختم نبوت کے تحفظ کی صدا کو آسمان کی بلندیوں تک پہنچایا۔

اس سے آگے چلیں ۷۴ر۱۹۵۳ء کی تحریک ہائے ختم نبوت میں بھی آپ کو تمام مکاتب فکر ایک جان نظر آئیں گے۔ سید اظہر حسن زیدی، مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری، بریلوی مکتبہ فکر کے مولانا سید محمد احمد قادری، شیعہ مکتبہ فکر کے مظفر علی شمسی، علی غضنفر کراروی، مولانا عبد اللہ روپڑی، مولانا علامہ احسان الٰہی ظہیر، مفتی جعفر حسین، سید محمد دھلوی اور مولانا شاہ احمد نورانی، آغا مرتضیٰ حسن پویا، پروفیسر غفور احمد، دیگر جماعتوں کے رہنماؤں پر نظر ڈالتے جائیں اور ان کی اسی پلیٹ فارم پر زیارت کرتے چلے جائیں، آج بھی جبکہ ہم اور آپ ۲۰۱۱ء سے گزر رہے ہیں، مولانا فضل الرحمن، ، سید منور حسن، مولانا سمیع الحق، علامہ ساجد میر، علامہ ضیاء اللہ شاہ بخاری، ڈاکٹر ابو الخیر محمد زبیر، علامہ محمد انس نورانی، علامہ ساجد علی نقوی، ہدایت حسن نجفی اور دیگر امت کے زعما اسی پلیٹ فارم پر جمع ہیں تو پھر کیا وجہ ہے کہ ایسے نمائندہ پلیٹ فارم کو اس طرح نقصان کیوں پہنچایا گیا؟ واضح رہے کہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کا کسی قسم کی ریلی سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

محمد اعجاز مصطفیٰ	قاری محمد عثمان
امیر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کراچی	امیر جمعیت علماء اسلام کراچی

دفتر اور گھروں میں نقصانات کا تخمینہ

قاضی احسان احمد صاحب کے گھر سے

۱......گھر کی الماریاں اور دروازوں کو بری طرح توڑا گیا ۲......گولڈن گھڑی، پرفیوم وغیرہ۔

۳......طلائی زیورات وزن تقریباً، 11 تولہ سونا۔ ۴......خشک میوہ جات جو ہاتھ لگ گیا۔

انور رانا صاحب کے گھر سے

۱......شہداء کے ورثا کے لیے امانتیں او رہفت روزہ رسید بک کے ایک لاکھ اکہتر ہزار روپے۔(=/1,71000)

۲......ایک عدد سیٹیزن گھڑی لیڈیز، ایک عدد سیٹیزن گھڑی جینٹس، ۳......چاندی کی انگوٹھی ایک عدد۔

سید انوار الحسن صاحب کے

۱......30 بور پستول لائسنس یافتہ۔ ۲......نقد رقم، دو لاکھ بیس ہزار روپے(2,20000)

۳......موبائل فون نوکیا ڈبل سم C-2 اور کاغذات۔

کمال شاہ صاحب کے

۱......تیس ہزار روپے کیش(30,000) ۲......چھ جوڑے کپڑے۔ ۳......موبائل چارجر

مولانا اعجاز صاحب کے

ایک عدد لیپ ٹاپ core i5

اللہ وارث صاحب کے

۱......زیورات (2 تولہ سونا) ۲......نقدی پندرہ ہزار روپے (15000) ۳......موبائل فون

مولانا توصیف احمد صاحب کے

۱......نیو ہینڈ بیگ ۲......ایروسافٹ کے جوتے ۳......شہد کی بوتل ۴......موبائل چارجر

۳ رمحرم ۲۹ رنومبر ۲۰۱۱ء

آج مختلف افسران سے ملاقاتیں رہیں۔ دفتر کھل گیا۔ نقصانات کا جائزہ لینے کے لئے ایس ایس پی، ڈی آئی جی، رینجرآفیسران آئے، انہوں نے پورے دفتر کا جائزہ لیا، آج تمام رینجر پولیس

دفتر سے باہر چلی گئیں۔ مین گیٹ پر موبائل کھڑی کی گئیں یا چھت پر چند اہل کار موجود رہے۔ ایف آئی آر درج کرانے کے لئے افسران سے ملاقاتیں ہوئیں، وہ ایف آئی آر کا رجسٹر لے کر دفتر آئے۔ جب ہماری طرف سے اس نقصان کی تمام تر ذمہ داری رینجرز اور پولیس پر ڈالی گئی تو وہ منقار زیر پر ہوئے، ایف آئی آر میں انہوں نے پوری پولیس مہارت سے کام لیا، اللہ رب العزت ترس فرمائیں۔ آج کے روز طے ہوا کہ مولانا صاحبزادہ عزیز احمد صاحب جا کر اسلام آباد حضرت مولانا فضل الرحمان صاحب کو ملیں جو آپ نے تعاون فرمایا اس پر شکریہ ادا کریں۔ مزید پوری صورت حال سے آپ کو باخبر کیا جائے۔ چنانچہ آج شام صاحبزادہ صاحب کی حضرت مولانا فضل الرحمان مدظلہ سے ملاقات ہوئی، آپ نے صوبائی حکومت سے مذاکرات کی تفصیلات سے محترم صاحبزادہ صاحب کو آگاہ فرمایا، نیز فرمایا کہ میں پہلی فرصت میں جا کر کراچی دفتر پریس کانفرنس کروں گا اور معاملہ کو آبرومندانہ طور پر حل کریں گے۔ آج رات گئے فقیر نے ملتان سے کراچی کا سفر کیا۔

۴رمحرم ۳۰رنومبر ۲۰۱۱ء

آج صبح مولانا صاحبزادہ عزیز احمد صاحب بھی اسلام آباد سے کراچی تشریف لائے۔ محترم رانا محمد انور اور فقیر راقم نے آپ کو ائیرپورٹ سے لیا، جامعۃ العلوم الاسلامیہ گئے۔ مخدوم محترم حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر، حضرت مولانا امداداللہ صاحب، راؤ منظور احمد ایڈووکیٹ، حضرت قاری محمد اقبال، مولانا محمد سعید بھی تشریف لائے۔ ایف آئی آر میں پولیس کے دجل کا کیا حل ہو۔ ایس ایچ او، ڈی ایس پی صاحب بھی تشریف لائے۔ عصر تک مشاورت جاری رہی۔ آج طے ہوا کہ کل دفتر میں اپنے مسلک کے تمام اہم دینی مدارس کے نمائندگان کا اجلاس طلب کیا جائے، گیارہ بجے سے ڈیڑھ بجے تک اجلاس ہو، تین بجے پریس کانفرنس رکھی جائے۔ عصر کے بعد دفتر حاضری ہوئی، عشاء تک قیام رہا۔ شہر کی قیادت تشریف لاتی رہی، ملاقاتوں کا سلسلہ جاری رہا۔ محترم صاحبزادہ عزیز احمد صاحب نے جامعہ اسلامیہ کلفٹن حضرت مفتی ابوہریرہ کے ہاں اور فقیر نے جامع مسجد خاتم النبیین جامعہ یوسفیہ میں حضرت مولانا محمد طیب لدھیانوی کے ہاں جا کر قیام کرنا تھا، جو پہلے سے طے تھا، چنانچہ ایسے ہوا۔

۵رمحرم، یکم دسمبر ۲۰۱۱ء

حضرت مولانا محمد طیب لدھیانوی، حضرت مولانا حبیب الرحمان لدھیانوی کی سرپرستی میں فقیر دفتر حاضر ہوا تو حضرت مولانا قاری محمد عثمان، حضرت مولانا امداداللہ، حضرت مولانا صاحبزادہ عزیز احمد، رانا محمد انور، مولانا عبیداللہ خالد جامعہ فاروقیہ، مولانا محمد اعجاز، حضرت مولانا صاحبزادہ محمد سعید تشریف لاچکے تھے۔ معلوم ہوا کہ وزیر داخلہ سندھ نے ملاقات کے لئے ساڑھے گیارہ بجے دن بلایا ہے، چنانچہ

متذکرہ حضرات ملاقات کے لئے تشریف لے گئے۔

مولانا قاضی احسان احمد، مولانا محمد یحییٰ لدھیانوی اور فقیر راقم علماء میٹنگ میں شریک ہوئے۔ ہر چند کہ گزشتہ روز عشاء کے قریب صرف فون پر اطلاع کی گئی تھی، کوئی دعوت و ایجنڈا نہ بھجوایا جا سکا، لیکن تمام اہم دینی مدارس کے نمائندگان اجلاس میں شریک ہوئے، اس سے بہت ہی حوصلہ ہوا۔ طے ہوا کہ ۱۰ محرم کے بعد بڑا، بھرپور تمام مکاتب فکر کا نمائندہ اجلاس بلایا جائے۔ اتنے میں وزیر داخلہ سے ملاقات کے لئے جانے والا وفد بھی تشریف لے آیا، انہوں نے بھی مثبت ملاقات کے نتائج سے باخبر کیا۔ ظہر کی نماز تک اجلاس جاری رہا۔

ظہر کے بعد رینجرز و پولیس کی ہائی کمان ملاقات کے لئے دفتر آئی، ان کا اصرار تھا کہ پریس کانفرنس ملتوی کی جائے، حالات میں تلخی ہے، امن کا تقاضا ہے۔ ہمارے حضرات نے ان پر واضح کیا کہ اطمینان رکھیں، پریس کانفرنس تو کسی قیمت پر ملتوی نہ ہوگی، ہم اعلان سے قبل تو بار بار سوچتے ہیں کہ یہ اعلان کریں یا نہ کریں، لیکن جب اعلان ہو جائے تو ملتوی کرنا وہ کوئی اور ہوگا، ہم سے اس کی توقع نہ رکھیں۔ پریس کانفرنس ہوئی، اس کا متن یہ ہے:

پریس کانفرنس کا متن

''عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی نائب امیر صاحبزادہ مولانا عزیز احمد، مرکزی راہنما مولانا اللہ وسایا، مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ، مولانا قاضی احسان احمد، جمعیت علماء اسلام کراچی کے امیر قاری محمد عثمان، مولانا عبدالکریم عابد، مولانا اقبال اللہ، قاری محمد اقبال۔

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت، عقیدہ ختم نبوت کی پاسبانی کا فریضہ ادا کرتے ہوئے دنیا بھر میں فتنۂ قادیانیت کے خلاف برسر پیکار ہے۔ پاکستان میں تمام مکاتب فکر کی تائید و حمایت سے نہ صرف ۱۹۷۴ء میں قادیانیوں کو تمام مکاتب فکر کے زعماء نے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے پلیٹ فارم سے غیر مسلم اقلیت قرار دلوایا، بلکہ آج تک عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت تمام مکاتب فکر کی تائید سے اس عظیم مشن کی تکمیل کے لئے میدان عمل میں ہے۔ تاریخ گواہ ہے کہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کا فرقہ واریت سے دور کا بھی تعلق نہیں ہے، ہر دور میں اور ہمیشہ فرقہ واریت کے خاتمہ کے لئے اسی جذبہ سے جدوجہد کی ہے، جس جذبہ سے عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کی تحریک چلائی جا رہی ہے۔

یکم محرم کو کراچی میں ایک سوچے سمجھے منصوبے کے تحت فرقہ واریت کی آگ بھڑکانے کے لئے باب رحمت مسجد پر شرپسندوں اور ملک دشمن عناصر نے حملہ کر کے نہ صرف مسجد کے تقدس کو پامال کیا، بلکہ تمام دفتری عملہ اور اتوار کے روز کی حسب معمول

مجلس ذکر کے درجنوں لوگوں اور دفتر میں موجود فیملی گھروں کو محصور کر رکھا، جس سے بہت بڑے خون خرابے کا اندیشہ تھا کہ فوری طور پر رینجرز اور پولیس کی بھاری نفری نے حالات پر قابو پانے کے لئے اقدامات کئے، جس کے بعد رات ۸ بجے سے پوری مسجد اور دفتر ختم نبوت کا کنٹرول رینجرز اور پولیس نے سنبھال کر ختم نبوت کے پورے دفتری عملہ کو بشمول فیملی وخواتین اور بچوں کے درخشاں تھانہ لے جا کر بند کر دیا، بعد ازاں مذاکرات کے بعد چونکہ مجلس ختم نبوت کا ایسے کسی بھی واقعہ سے تعلق نہیں تھا، پورے عملہ، فیملی اور مجلس ذکر کے شرکاء کو رہا کر دیا گیا۔ لہٰذا آج اس سانحہ سے پیدا شدہ صورت حال پر غور کے لئے کراچی کے اکابر علماء کرام کا ایک نمائندہ اجلاس عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی نائب امیر صاحبزادہ عزیز احمد کی صدارت میں منعقد ہوا۔

اجلاس میں فیصلہ کیا گیا کہ جمعہ ۲/دسمبر کو کراچی بھر میں سانحہ نمائش کے خلاف یوم احتجاج منایا جائے گا۔ ائمہ مساجد اور خطباء نماز جمعہ کے اجتماعات میں مسجد باب الرحمت کے تقدس کی پامالی اور جلاؤ گھیراؤ کی مذمتی قراردادیں منظور کرائیں گے۔

اجلاس میں اس سانحہ کی شدید مذمت کرتے ہوئے عوام سے پُرامن رہنے کی اپیل کی۔ اجلاس میں مطالبہ کیا گیا کہ سانحہ نمائش کی عدالتی تحقیقات کروا کر ذمہ داروں کو قرار واقعی سزا دی جائے، تاکہ آئندہ ملک اور اسلام دشمن عناصر شہر کے امن کو تباہ کرنے کی ناپاک سازش نہ کرسکیں۔ اجلاس میں مسجد کے تقدس کو پامال کرنے، جلاؤ گھیراؤ کی شدید مذمت کرتے ہوئے مطالبہ کیا گیا کہ دفتر ختم نبوت میں کئے گئے نقصانات کا ازالہ کرتے ہوئے درج ذیل مطالبات کو فوری منظور کیا جائے، ورنہ تمام مکاتب فکر کا اجلاس طلب کرکے آئندہ کا لائحہ عمل ہماری مجبوری ہوگی۔

مطالبات

۱...... اس سانحہ کی اعلیٰ سطحی تحقیقات کرکے شرپسند عناصر کو بے نقاب کیا جائے اور ان کو قرار واقعی سزا دی جائے۔

۲...... دفتر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت واقع پرانی نمائش کے احاطے کے اردگرد مضبوط اونچی دیوار لگا کر دی جائے۔

۳...... بوقت سانحہ دفتر میں موجود عملہ اور محفل ذکر میں شریک احباب کے مالی نقصان کی فی الفور تلافی کی جائے۔

۴...... مستقل بنیادوں پر ہمہ وقتی مکمل سیکورٹی کا انتظام خصوصاً محرم اور ربیع الاول کی کسی بھی ریلی جلسہ یا جلوس کی صورت میں کیا جائے۔

۵...... دفتر ختم نبوت کے عملہ اور مجلس ذکر میں موجود افراد سے رینجرز نے موبائل فون لے لئے تھے، وہ تمام واپس کروائے جائیں۔

۶...... دفتر کی پارکنگ میں موجود جن چار گاڑیوں اور ۴۲ موٹر سائیکلوں کو جلایا گیا، ان کا معاوضہ ادا کیا جائے۔

۷...... ۲۷ر نومبر ۲۰۱۱ء یکم رمحرم ۱۴۳۳ھ کو انتظامیہ نے عملہ کو دفتر ختم نبوت سے بے دخل کیا، اور مسجد سمیت پورے دفتر اور فیملی گھروں کو اپنے کنٹرول میں لے لیا اور اس کے بعد دفتر ختم نبوت کے مرکزی ہال کے دروازے کا تالہ توڑا اور اندر کے دروازوں، گھروں کے دروازوں اور گھر میں موجود الماریاں اور بکسے وغیرہ توڑ کر ان میں سے نقدی، لیپ ٹاپ، قیمتی اشیاء، زیورات اٹھالیے گئے، تمام نقصانات کا تدارک کیا جائے۔

۸...... ۲ر دسمبر جمعہ کو خطباء مساجد میں اس شر پسندی کے خلاف صدائے احتجاج بلند کریں گے اور فرقہ واریت سے شہر کو بچانے کی اہمیت پر خطاب کیا جائے گا۔''

پریس کانفرنس سے کچھ وقت پہلے شیعہ قیادت کا فون آیا کہ ہم اس واقعہ پر اظہار ہمدردی کے لئے دفتر آنا چاہتے ہیں، ہم اس سانحہ سے اظہار لاتعلقی کرتے ہیں، گھیراؤ کرنے والے شر پسند تھے، ہمارا ان سے کوئی تعلق نہیں۔اس پر ان حضرات کا اس ہمدردی پر شکریہ ادا کیا گیا۔

آج کے دن بعض اخبارات میں اہل سنت والجماعت کی طرف سے اشتہار شائع ہوا کہ جینا ہوگا، مرنا ہوگا، دھرنا ہوگا، دھرنا ہوگا۔۲ر دسمبر جمعہ کو اس پرانی نمائش چورنگی پر دھرنا کا اعلان تھا۔پریس کانفرنس کے بعد جناب مولانا محمد رضوان، حافظ محمد عمران برادران تشریف لائے کہ ابھی شیعہ حضرات کے مقرر نے سٹیج پر اعلان کیا ہے، ہم نے خود سنا ہے کہ: آدمی بھی ہمارے مرے ہیں، وہ قاتل ہیں، دھرنا بھی وہی دینا چاہتے ہیں۔تو ہم تیار ہیں، اب دھمکیاں نہ دیں، کل پوری تیاری کرکے آئیں، ہم بھی وہاں ان کا انتظار کریں گے، صبر کا پیمانہ لبریز ہوگیا ہے، اب وہ ضرور آئیں۔یہ دونوں بھائی بہت پریشان کہ ادھر دھرنے کا اعلان، ادھر تیار رہنے کا اعلان، کل کیا ہوگا؟ دفتر کی سیکورٹی کے لئے فکر کرنا چاہئے۔فقیر نے مسکرا کر کہا کہ اطمینان رکھیں، کچھ نہیں ہوگا؟ انہوں نے کہا کہ وہ کیسے؟ فقیر نے عرض کیا کہ رات کسی ایک آفیسر کا فون آئے گا، ادھر دھرنا ملتوی ہو جائے گا، ''نہ نومن تیل ہوگا، نہ رادھا ناچے گی'' چنانچہ اگلے دن یہی ہوا کہ دھرنا ملتوی ہوگیا۔جو عزیز محض دین کے حوالہ سے آئے اور گرفتار ہوئے، بے قصور ہیں، اللہ تعالیٰ ان کو رہائی نصیب فرمائے۔جو قصور وار ہیں، حکومت کا فرض بنتا ہے کہ انہیں

قانون کے سپرد کریں، کسی پر زیادتی نہ ہونی چاہئے۔

یکم ردسمبر شام تک جن حضرات کی وجہ سے ہم ابتلاء کی اس بھٹی سے گزرے، ان کی طرف سے رسمی ہمدردی کے دو بول بھی نہیں سنے۔ جیتے رہو شیر دل بہادر ایسے کیا کرتے ہیں۔ ۲ردسمبر کی صبح ایک دوست کا فون آیا، اس پر فقیر نے یہ شکوہ نوٹ کرایا، اس کے بعد کسی کا ہمارے کسی بزرگ کو فون آئے تو وہ بعد از مرگ واویلا والی بات ہوگی۔ وہ اور ہوں گے جن کو تم سے امید وفا ہوگی۔

فقیر ۶رمحرم الحرام کو واپس آ گیا۔ صاحبزادہ صاحب بھی واپس تشریف لے گئے۔ ۷رمحرم کو گورنر سندھ نے ملاقات کے لئے بلایا، رفقاء گئے، انہوں نے وعدے فرمائے۔ کمشنر صاحب نقصانات کے تخمینہ کی تعیین کے لئے تشریف لائے۔ آگے جو اللہ رب العزت کو منظور ہوگا۔ اس تحریر کے وقت آج ۸رمحرم الحرام ہے۔ ۹، ۱۰رمحرم درمیان میں باقی ہیں۔ اللہ تعالیٰ پورے ملک سمیت کراچی کو فرقہ واریت کی لعنت سے محفوظ فرمائیں۔

پیشگی دل میں جو خدشہ ہے عرض کئے دیتا ہوں کہ وفاقی وزیر داخلہ جناب رحمان ملک جہاں تخریب کاری ہو فوراً کالعدم لشکر جھنگوی یا کالعدم سپاہ صحابہ پر الزام دھر دیتے ہیں، لیکن اس واقعہ کو انہوں نے غیر ملکی سازش قرار دیا ہے۔ اس تبدیلی کی وجہ یہ سمجھ میں آتی ہے کہ نادیدہ قوتوں نے اب پھر دونوں پہلوانوں کو میدان میں اترنے کا گرین سگنل دے دیا ہے۔ خاکم بدہن۔ اللہ تعالیٰ فرقہ واریت کے عفریت سے ہمارے ملک کی حفاظت فرمائیں۔

لیجئے! یہاں تک ۹رمحرم کو پروف پڑھ چکا تھا تو جھنگ سے ایک افسوسناک اطلاع ملی۔ ایران کا امریکی ڈرون کو گرادینا، برطانیہ وایران کا ایک دوسرے کے سفیروں کو باہر نکال کرنا، سعودیہ کے حضرات کا مختلف لوگوں کو بلا کر میٹنگز کرنا وغیرہ، کڑیوں کو ملایا جائے، بلوچستان کی صورتحال کو سامنے رکھا جائے، پاکستان میں میموسکینڈل سے توجہ ہٹانے کے لئے نیا ایشو درکار ہے۔ غرض اندرون و بیرون کے حالات غمازی کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس ملک عزیز کو نئی آفت سے بچادیں۔ **وما ذالک علی اللہ بعزیز!**

قارئین کرام! آپ کا ہمارا دین کا رشتہ ہے۔ ساری زندگی بزرگوں سے یہی پڑھا ہے کہ جسے حق سمجھا **علی الاعلان علی رغم الانف الاعداء!** برملا کہا اور اب بھی عرض کرتا ہوں کہ گولی، اور گالی مسئلہ کا حل نہیں۔ ٹھنڈے دل سے مسائل کا حل تلاش کیا جانا چاہئے، اسی میں ملک وملت کی خیر خواہی مضمر ہے۔ اوّل وآخر، دوست ودشمن، اپنے پرائے، سب سے یہی درخواست ہے۔ سمجھ آجائے تو شکریہ! ناسمجھ آئے تو دیوار پر ماردی جائے۔ ہم رہیں نہ رہیں اللہ تعالیٰ ملک عزیز کی حفاظت فرمائیں۔ آمین۔ **بجاہ النبی الکریم!**

☆☆...☆☆

صلحِ حدیبیہ عہد نبوی کی سیاستِ خارجہ کا شاہکار

ڈاکٹر بشیر احمد رند
اسسٹنٹ پروفیسر سندھ یونیورسٹی، جامشورو

ایک کامیاب سیاستدان اور فاتح سپہ سالار وہ نہیں جو صرف میدان جنگ میں دشمن کو شکستِ فاش سے دوچار کرے، بلکہ درحقیقت اصل کامیاب سیاستدان اور فاتح سپہ سالار وہ ہے جو میدانِ مکالمہ میں ایسی شرائط منوا کر اور مان کر صلح کرے، جس کے بعد کامیابیوں اور فتوحات کے راستے ہموار ہو جائیں اور تھوڑے ہی عرصے میں اس صلح کے ثمرات ملک، قوم اور ملت بلکہ آنے والی نسلوں تک پہنچیں، کیونکہ بسا اوقات میدانِ جنگ میں فتح پانے والے میدانِ مکالمہ میں ایسی مات کھاجاتے ہیں کہ صدیوں تک ان کی فوج اور قوم سنبھالے نہیں سنبھل سکتی، پستی، ذلت، رسوائی اور شکست اس قوم کا مقدر بن جاتی ہے اور میدانِ جنگ میں فتح ان کے لئے کوئی قابلِ فخر بات نہیں رہتی، اس لئے جس بیدار مغزی، دوراندیشی اور چستی کی ضرورت میدانِ جنگ میں ہوتی ہے، اس سے کہیں بڑھ کر میدانِ مکالمہ میں بیدار مغزی، دوراندیشی اور چستی کی ضرورت ہوتی ہے۔

اسی تناظر میں ہم صلح حدیبیہ کی شرائط کا مطالعہ کریں گے، کیونکہ بظاہر صلح حدیبیہ کی شرائط میں آپ ﷺ اور ان کے صحابہ کرامؓ کی شکست اور اہلِ مکہ کی فتح نظر آتی ہے اور ایسے لگتا ہے کہ مسلمانوں نے دب کر سخت اور کڑی شرائط پر صلح کی، لیکن نتائج مابعد بالکل اس کے برعکس نظر آتے ہیں، اس لئے ہمیں دیکھنا ہے کہ اس صلح کا کیا پس منظر تھا؟ اور وہ کیا وجوہات اور مصلحتیں تھیں جن کو سامنے رکھ کر آپ ﷺ نے یہ صلح کی؟ اور آپ ﷺ نے کس بیدار مغزی اور دوراندیشی کا ثبوت دیا؟ اور مستقبل قریب میں آپ ﷺ کی سیاستِ خارجہ اور مسلمانوں کی اجتماعی زندگی پر اس صلح کے کیا فوائد، نتائج اور اثرات مرتب ہوئے؟۔

صلح حدیبیہ کا پس منظر

صلح حدیبیہ کو صحیح طور پر سمجھنے کے لئے اس کا کچھ پس منظر جاننا ضروری ہے:

''سن چھ ہجری اسلامی تاریخ اور ریاستِ مدینہ کا ایک اہم سال تھا۔ مدنی ریاست تین اہم دشمن قوتوں کے درمیان واقع تھی، شمال میں خیبر وغیرہ یہودی قوت کے مرکز تھے، شمال مشرق میں فزارہ وغطفان کے قبائل خیبر والوں کے حلیف تھے اور ان کی مسلمانوں سے بنتی نہ تھی اور جب بھی انہیں موقع ملتا مسلمانوں کی بستی پر تاخت کے درپے رہتے۔ جنوب میں مشرکینِ مکہ اور ان کے حلیف تھے، جو سب کے سب غم وغصے سے بے قرار اور مسلمانوں کے خلاف خار کھائے بیٹھے تھے اور سابقہ ناکامیوں کی جلن الگ تھی۔ آثار یہ نظر آرہے تھے کہ خیبر میں جا بسے ہوئے (جلاوطنانِ مدینہ یعنی) بنونضیر کی کوششیں رنگ لائیں گی اور یہود، غطفان اور قریش یہ سہ گانہ قوت مدینہ پر ہلہ بول دے گی، جس کی مدافعت مسلمانوں کے لئے آسان نہ تھی اور ایک ہی وقت میں تینوں قوتوں کے ساتھ لڑنا مسلمانوں کے لئے مشکل تھا۔ اگر مسلمان مکہ جاتے تو خطرہ تھا کہ اہل خیبر اور ان کے حلفاء مدینہ پر چڑھ نہ دوڑیں اور اگر مسلمان خیبر جائیں تو اہل مکہ اپنے حلفاء سمیت مدینہ آکر اسے لوٹ نہ لیں، کیونکہ مدینہ بیچوں بیچ واقع ہے۔ خیبر اس کے شمال میں کوئی پانچ منزل کی مسافت پر واقع ہے، تو مکہ اس کے جنوب میں بارہ منزل پر ہے۔ ان حالات میں سیاستدانی کا اقتضاء یہی ہوسکتا ہے کہ ان دشمن قوتوں میں سے کسی ایک سے صلح کر کے دوسرے کے مقابلہ میں اس کو دوست، ورنہ کم از کم طرفدار بنا دیا جائے اور جب ایک سے فراغت ہوتو دوسرا خود ہی ہتھیار ڈال دے گا، پھر اسے سرزوری کی جرأت نہ ہوگی، لیکن سوال یہ تھا کہ صلح مکہ والوں سے کی جائے یا خیبر والوں سے؟۔

چونکہ خیبر کے حلیف ومعاون یعنی فزارہ وغطفان محض لوٹ مار کے شائق اور بالکل بے اصول خانہ بدوش عرب تھے۔ جبکہ یہود تمدنی اور نسلی وجود سے عربوں سے الگ تھے، ان کو اپنی جلاوطنی اور جائداد کے لٹنے کا داغ تھا، جو جائداد کی واپسی کے بغیر مٹ نہ سکتا تھا، سرمایہ داری کی وجہ سے کوئی معمولی فائدہ ان کو مطمئن نہ کرسکتا تھا اور نہ ہی ان کی بات پر کوئی اعتماد کیا جاسکتا تھا، بلکہ یوں کہا جاسکتا ہے کہ خیبر کا مالدار مرکز نسبۃً ایک غیر جنگجو قوم کے قبضے میں ہونے سے آسان تر مالِ غنیمت تھا، جبکہ دوسری طرف مکہ مسلمانوں کے لئے بہت سی رعایتوں کا متقاضی تھا، مسلمان مہاجرین سب ہی مکی تھے، اور اہل مکہ سب ان کے رشتہ دار تھے، کعبہ مسلمانوں کی نماز کا قبلہ اور حج کی منزل مقصود تھا، اہل مکہ کی تباہی سے زیادہ ان کا اسلام زیادہ مفید ہوسکتا تھا، کیونکہ قریش کے معاشی اور تمدنی تعلقات تمام عرب سے تھے اور ان کی صلاحیتیں پورے عرب میں سب سے زیادہ تھیں، کیونکہ ان میں بات کا پاس تھا، وہ دُھن کے پکے تھے، قومی مفاد کے لئے تن، من، دھن سے لگ جاتے تھے، طبیعت مہمات پسند تھی، ادبی ذوق اور انتظامِ ملک کی قابلیت وملکہ بھی عام بدویوں کے مقابلے میں ان میں کہیں بڑھا ہوا تھا اور حالات سے یہ بھی ظاہر ہورہا تھا کہ اہل مکہ مسلمانوں کے معاشی دباؤ کے باعث اب واقعی صلح پر آمادہ ہوچکے تھے اور صرف لاج

رکھنے کے لئے کسی اچھی شرط کے منتظر تھے۔ ان حالات میں معلوم ہوتا ہے کہ رسول کریم ﷺ نے یہ سوچا کہ اگر حج کے مہینوں میں مکہ جائیں اور ارادہ طواف کعبہ اور قربانی وعمرہ کے لئے ہو اور قریش کو منہ مانگی شرطیں پیش کردی جائیں تو کچھ تعجب نہیں کہ وہ صلح پر آمادہ ہو جائیں''۔(۱)

دریں اثناء رسول کریم ﷺ کو مدینہ کے اندر یہ خواب بھی دکھلایا گیا کہ آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ کرامؓ مسجد حرام میں داخل ہوئے، آپ ﷺ نے خانہ کعبہ کی کنجی لی اور صحابہ کرامؓ سمیت بیت اللہ کا طواف اور عمرہ کیا، پھر کچھ لوگوں نے سر کے بال منڈائے اور کچھ نے کٹوانے پر اکتفا کیا۔ آپ ﷺ نے صحابہ کرامؓ کو اس خواب کی اطلاع دی تو انہیں بڑی مسرت ہوئی اور انہوں نے یہ سمجھا کہ اس سال مکہ میں داخلہ نصیب ہوگا۔(۲)

مکہ کی جانب مسلمانوں کی روانگی اور اہل مکہ کی جانب سے روکنے کی کوشش

مدینہ طیبہ میں قابلِ کار مسلمان تین ہزار کے قریب تھے۔(۳) آپ ﷺ نے مدینہ طیبہ پر نمیلہ بن عبداللہ لیثیؓ کو عامل مقرر کیا۔(۴) اور چودہ سو صحابہ کرامؓ کے ساتھ عمرہ کا احرام باندھ کر ذی قعدہ کے شروع میں خاموشی کے ساتھ مکہ کی جانب روانہ ہوئے، قربانی کے جانور ساتھ تھے، ارادہ محض مسالمانہ تھا، اس لئے جنگی ہتھیار تک نہیں تھے، سوائے تلواروں کے جو نیاموں میں تھیں۔ ایک جاسوس جو حالات معلوم کرنے کے لئے پیشگی بھیج دیا گیا تھا، اس نے آکر اثناء راہ میں اطلاع دی کہ قریش کو پتہ چل چکا ہے اور مقابلے کی تیاریاں کر رہے ہیں اور حلیف قبائل کو بھی جمع کر رہے ہیں اور خالد بن ولید دو سو سواروں کے ساتھ کراع الغمیم تک پہنچ چکے ہیں۔ آپ ﷺ خالد سے کترا کر داہنی طرف دشوار گذار راستہ اختیار کر کے حدیبیہ تک پہنچ گئے، جو مکہ سے ۱۲ میل کے فاصلے پر واقع ہے اور وہاں قیام کیا(۵)

سفارتی سرگرمیاں اور بیعتِ رضوان

حدیبیہ آتے ہی سفارتی سرگرمیاں شروع ہوگئیں، قریش کے نمائندے اور کارندے آآ کر مقصد معلوم کرنے لگے۔ آخر رسول اکرم ﷺ نے اپنے داماد حضرت عثمانؓ کو مکہ مکرمہ بھیجا کہ مختارِ کل کی حیثیت سے گفت وشنید کریں۔(۶) اور انہیں یہ بات سمجھائیں کہ ہم محض عمرہ کی نیت سے بیت اللہ کی تعظیم کے لئے آئے ہیں، ہمارا جنگ کا کوئی ارادہ نہیں۔ حضرت عثمانؓ نے آپ ﷺ کا پیغام اہلِ مکہ تک پہنچا دیا۔ اور اہلِ مکہ نے حضرت عثمانؓ کو اس مقصد کے لئے روکے رکھا کہ باہم مشورہ کر کے حضرت عثمانؓ کو ان کے لائے ہوئے پیغام کا جواب دیں، ادھر مسلمانوں میں یہ افواہ پھیل گئی کہ حضرت عثمانؓ کو اہل مکہ نے شہید کردیا، جب آپ ﷺ کو یہ اطلاع ملی تو آپ ﷺ نے حضرت عثمانؓ کے انتقام اور اہلِ مکہ سے معرکہ آرائی کرنے پر صحابہ کرامؓ سے بیعت لی، کسی نے موت پر تو کسی نے میدان چھوڑ کر نہ بھاگنے پر

بیعت کی، اسی بیعت کو بیعتِ رضوان کہتے ہیں (۷) اسی کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی:

''لَقَدْ رَضِیَ اللّٰہُ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ إِذْ یُبَایِعُوْنَکَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ''(۸) یعنی اللہ تعالیٰ مؤمنین سے راضی ہوا جب وہ آپ سے درخت کے نیچے بیعت کر رہے تھے''۔

صلح اور دفعاتِ صلح

بہر حال قریش نے صورتِ حال کی نزاکت محسوس کر لی، لہٰذا جھٹ سہیل بن عمرو کو معاملاتِ صلح طے کرنے کے لئے روانہ کیا اور تاکید کر دی کہ صلح میں لازماً یہ بات طے کی جائے کہ آپ ﷺ اس سال واپس چلے جائیں، ایسا نہ ہو کہ عرب یہ کہیں کہ آپ ﷺ ہمارے شہر میں جبراً داخل ہو گئے اور ہم کچھ نہ کر سکے اور ہماری رسوائی ہو (۹) ان ہدایات کو لے کر سہیل بن عمرو آپ ﷺ کے پاس حاضر ہوئے، کچھ گفت وشنید کے بعد صلح کے دفعات یہ طے پائے:

۱......رسول اللہ ﷺ اس سال مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے بغیر واپس جائیں گے، اگلے سال مسلمان مکہ آئیں گے اور تین روز قیام کریں گے، ان کے ساتھ سوار کا ہتھیار ہوگا، یعنی میانوں میں تلواریں ہوں گی اور ان سے کسی قسم کا تعرض نہ کیا جائے گا۔

۲......دس سال تک فریقین جنگ بند رکھیں گے، اس عرصے میں لوگ مامون رہیں گے، کوئی کسی پر ہاتھ نہیں اٹھائے گا۔

۳......قبائل عرب میں سے جو محمد ﷺ کے عہد و پیمان میں داخل ہونا چاہے داخل ہو سکے گا اور جو قریش کے عہد و پیمان میں داخل ہونا چاہے داخل ہو سکے گا، جو قبیلہ جس فریق میں شامل ہوگا وہ اس فریق کا ایک جزو سمجھا جائے گا، لہٰذا ایسے کسی قبیلے پر زیادتی ہوئی تو خود اس فریق پر زیادتی متصور ہوگی (اس دفعہ کے مطابق بنوخزاعہ نبی کریم ﷺ کے حلیف بنے اور بنوبکر نے قریش کے حلیف بننے کا اعلان کیا)۔

۴......قریش کا جو آدمی اپنے سرپرست کی اجازت کے بغیر، یعنی بھاگ کر محمد ﷺ کے پاس جائے گا، محمد ﷺ اسے واپس کریں گے، لیکن محمد ﷺ کے ساتھیوں میں سے جو شخص (پناہ کی غرض سے بھاگ کر) قریش کے پاس آئے گا قریش اسے واپس نہ کریں گے۔ (۱۰)

سفیرِ مکہ کا کچھ باتوں پر اڑنا اور آپ ﷺ کا اس کی باتوں کو مان لینا

معاہدہ تحریر کئے جانے کے دوران اہل مکہ کے سفیر سہیل بن عمرو کچھ باتوں پر اڑتے رہے، لیکن آپ ﷺ ان باتوں کو معمولی نوعیت کی سمجھ کر اہل مکہ کے سفیر کی باتوں کو مانتے رہے، مثلاً: ''بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم'' پر سہیل نے اعتراض کیا کہ ہم رحمٰن کو نہیں جانتے، اس لئے عرب کے دستور کے مطابق ''باسمک اللّٰھم'' لکھو، آپ ﷺ نے مان لیا، کیونکہ اس میں کوئی شرک یا بت پرستی کی بات نہیں

تھی۔ جب آپ ﷺ نے یہ لکھوایا کہ یہ وہ معاہدہ ہے جو محمد رسول اللہ اور سہیل بن عمرو کے مابین طے پایا تو سہیل نے لفظ ''رسول اللہ'' پر اعتراض کیا کہ اگر ہم آپ کو رسول مانتے تو جھگڑا کس چیز پر؟ اس لئے ''رسول اللہ'' کا لفظ کاٹ دو، آپ ﷺ نے کاٹ دیا، کیونکہ اس میں مسلمانوں کا کوئی نقصان نہیں تھا۔ اسی اثناء میں سہیل بن عمرو کے بیٹے ابو جندلؓ جو مسلمان ہو چکے تھے اور باپ نے اسے قید کر رکھا تھا، وہ بیڑیاں گھسیٹتے ہوئے مسلمانوں کے پاس پہنچے کہ مجھے مشرکین کی قید سے چھڑا کر اپنے ساتھ لے چلو، لیکن جب سہیل نے اسے واپس کئے بغیر صلح سے انکار کرلیا تو آپ ﷺ نے ابو جندلؓ کو یہ تسلی دے کر واپس کر دیا کہ آپ تھوڑا اور صبر کریں، اللہ آپ کے لئے خلاصی کی راہ نکال لے گا۔ (۱۱)

اسی دوران قریش کے پرجوش اور جنگ باز ۷۰-۸۰ کے قریب نوجوانوں نے صلح کی کوشش کو سبوتاژ کرنے کے لئے مسلمانوں میں گھس کر ہنگامہ برپا کرنے کی کوشش کی، لیکن آپ ﷺ کے جانبازوں نے انہیں گرفتار کرلیا، مگر آپ ﷺ نے صلح کی خاطر انہیں معاف کر دیا اور چھوڑ دیا۔ (۱۲) اسی بارے میں اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد نازل ہوا:

''وَهُوَ الَّذِیْ كَفَّ أَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ عَنْهُمْ بِبَطْنِ مَكَّةَ مِنْ بَعْدِ أَنْ أَظْفَرَكُمْ عَلَيْهِمْ'' (۱۳)

ترجمہ: ''وہی ہے جس نے بطنِ مکہ میں ان کے ہاتھ تم سے روکے اور تمہارے ہاتھ ان سے روکے، اس کے بعد کہ تم کو ان پر قابو دے چکا تھا''۔

اس معاہدہ کی دفعات کا حاصل

اس معاہدے (جسے اہل مکہ اپنی فتح اور عام مسلمان اپنی شکست سمجھ رہے تھے، یہاں تک کہ حضرت عمرؓ جیسے دقیقہ رس مدبر بھی اپنی بے چینی چھپا نہ سکے) کے مندرجات پر جب بنظرِ غائر دیکھا جاتا ہے، تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ درحقیقت مسلمانوں کی ایک بہت بڑی فتح اور دوسری فتوحات کے لئے پیش خیمہ تھا۔ جو شخص بھی اس کی دفعات کا ان کے پس منظر سمیت جائزہ لے گا، اسے کوئی شبہ نہ رہے گا کہ یہ مسلمانوں کی فتح مبین اور نصر عزیز تھی اور رسول اللہ ﷺ کی سیاستِ خارجہ کا شاہکار تھا۔

دفعہ نمبر ۱:

اس کے مطابق اگرچہ اہل مکہ مسلمانوں کو اس سال مسجد حرام سے روکنے میں کامیاب رہے، لیکن حقیقت میں یہ دفعہ اس پابندی کے خاتمے کا اعلان تھا جو قریش نے مسلمانوں پر مسجد حرام میں داخلے سے متعلق عائد کر رکھی تھی، مگر ظاہر ہے کہ یہ وقتی اور بے حیثیت فائدہ تھا۔ (۱۴)

دفعہ نمبر۲:

(جس کے مطابق دس سال تک جنگ بندی کا اعلان تھا) یہ پیر تو مسلمان خود چاہتے تھے کہ قریش مسلمانوں سے صلح کرلیں اور مسلمانوں کی جنگوں میں غیر جانبدار رہیں۔ یہ دفعہ درحقیقت مسلمانوں کی قوت کو تسلیم کرنا تھا، کیونکہ قریش نے اب تک مسلمانوں کے وجود کو تسلیم ہی نہیں کیا تھا اور انہیں نیست ونابود کرنے کا تہیہ کئے بیٹھے تھے، انہیں انتظار تھا کہ ایک نہ ایک دن یہ قوت دم توڑ دے گی۔ اس کے علاوہ قریش جزیرۃ العرب کے دینی پیشوا اور دنیاوی صدر نشین ہونے کی حیثیت سے اسلامی دعوت اور عام لوگوں کے درمیان پوری قوت کے ساتھ حائل رہنے کے لئے کوشاں رہتے تھے، اس پس منظر میں دیکھئے تو صلح کی جانب محض جھک جانا ہی مسلمانوں کی قوت کا اعتراف اور اس بات کا اعلان تھا کہ اب قریش اس قوت کو کچلنے کی طاقت نہیں رکھتے۔ (۱۵)

دفعہ نمبر۳:

(جس میں عرب قبائل کو یہ آزادی دی گئی تھی کہ وہ محمد ﷺ اور قریش میں سے جس کے حلیف بننا چاہیں بن سکتے ہیں) اس کے پیچھے صاف طور پر نفسیاتی کیفیت کارفرما نظر آتی ہے کہ قریش کو دنیاوی صدر نشینی اور دینی پیشوائی کا جو منصب حاصل تھا اسے انہوں نے بالکل بھلا دیا تھا اور اب انہیں صرف اپنی پڑی تھی، ان کو اس سے کوئی سروکار نہ تھا کہ بقیہ لوگوں کا کیا بنتا ہے، یعنی اگر سارہ جزیرۃ العرب حلقہ بگوشِ اسلام ہو جائے تو قریش کو اس کی کوئی پروا نہیں اور وہ اس میں کسی طرح کی مداخلت نہ کریں گے۔ اس دفعہ پر غور کیا جائے تو درحقیقت قریش کے عزائم اور مقاصد کے لحاظ سے یہ ان کی شکستِ فاش اور مسلمانوں کی فتح مبین کا برملا اظہار تھا۔ آخر اہل اسلام اور اعداء اسلام کے درمیان جو خونریز جنگیں پیش آئی تھیں، ان کا منشاء اور مقصد اس کے سوا کیا تھا کہ عقیدے اور دین کے بارے میں لوگوں کو مکمل آزادی اور خودمختاری حاصل ہو جائے، یعنی اہل اسلام یہ چاہتے تھے کہ اپنی آزاد مرضی سے جو شخص چاہے مسلمان ہو اور جو چاہے کافر رہے، کوئی طاقت ان کی مرضی اور ارادے کے سامنے روڑا بن کر کھڑی نہ ہو۔ مسلمانوں کا یہ مقصد تو ہرگز نہ تھا کہ دشمن کے مال ضبط کئے جائیں، انہیں موت کے گھاٹ اتارا جائے اور انہیں زبردستی مسلمان بنایا جائے، یعنی مسلمانوں کا مقصد صرف وہی تھا جسے علامہ اقبالؒ نے یوں بیان کیا ہے:

شہادت ہے مطلوب ومقصودِ مؤمن
نہ مالِ غنیمت نہ کشور کشائی (۱۶)

دفعہ نمبر ۴:

اس دفعہ پر غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ قریش نے مسلمانوں کو مذکورہ تین رعایتیں دے کر صرف ایک رعایت حاصل کی، جو اس دفعہ میں مذکور ہے، لیکن یہ رعایت حد درجہ معمولی اور بے وقعت تھی اور اس میں مسلمانوں کا کوئی نقصان نہ تھا، کیونکہ یہ معلوم تھا کہ جب تک مسلمان مسلمان رہے گا اللہ، رسول اور مدینۃ الاسلام سے بھاگ نہیں سکتا، اس کے بھاگنے کی صرف ایک صورت ہوسکتی تھی کہ وہ مرتد ہوجائے، خواہ ظاہراً، خواہ در پردہ اور ظاہر ہے کہ جب مرتد ہوجائے تو مسلمانوں کو اس کی ضرورت نہیں، بلکہ اسلامی معاشرے میں اس کی موجودگی سے کہیں بہتر ہے کہ وہ الگ ہوجائے اور یہی وہ نکتہ ہے جس کی طرف رسول اللہ ﷺ نے اپنے اس ارشاد میں اشارہ فرمایا تھا: ''**انہ من ذهب منا اليهم فابعده الله**'' (۱۷) یعنی جو ہمیں چھوڑ کر ان مشرکین کی طرف بھاگے (تو درحقیقت) اسے اللہ نے ہم سے دور کردیا''۔

باقی رہے مکے کے باشندے جو مسلمان ہوچکے تھے یا مسلمان ہونے والے تھے تو ان کے لئے اگرچہ اس معاہدے کی رو سے مدینہ میں پناہ گزین ہونے کی گنجائش نہ تھی، لیکن اللہ کی زمین تو بہر حال کشادہ تھی۔ حبشہ کی سرزمین تو پہلے بھی مسلمانوں کے لئے اپنی آغوش میں گھر کرچکی تھی، جب مدینہ کے باشندے اسلام کا نام بھی نہیں جانتے تھے، اسی طرح آج بھی زمین کا کوئی ٹکڑا مسلمانوں کے لئے اپنی آغوش کھول سکتا تھا اور یہی بات تھی جس کی طرف رسول اللہ ﷺ نے اپنے اس ارشاد میں فرمایا: ''**ومن جاء نا منهم سيجعل الله فرجاً ومخرجاً**'' (۱۸) ''ان کا جو آدمی ہمارے پاس آئے گا، اللہ اس کے لئے کشادگی اور نکلنے کی جگہ بنادے گا''۔ پھر اس قسم کے تحفظات سے اگرچہ بظاہر قریش نے عزو وقار حاصل کیا تھا، مگر یہ درحقیقت قریش کی سخت نفسیاتی گھبراہٹ، پریشانی، اعصابی دباؤ اور شکستگی کی علامت ہے، اس سے پتہ چلتا ہے کہ انہیں اپنے بت پرست سماج کے بارے میں سخت خوف لاحق تھا اور وہ محسوس کررہے تھے کہ ان کا یہ سماجی گھروندا ایک کھائی کے ایسے کھوکھلے اور اندر سے کٹے ہوئے کنارے پر کھڑا ہے جو کسی بھی دم ٹوٹ کر گرنے والا ہے، لہذا اس کی حفاظت کے لئے اس طرح کے تحفظات حاصل کرلینا بہت ضروری ہیں۔

دوسری طرف رسول اللہ ﷺ نے جس فراخدلی کے ساتھ یہ شرط منظور کی (کہ قریش کے یہاں پناہ لینے والے کسی مسلمان کو واپس نہیں طلب کریں گے) وہ اس بات کی دلیل ہے کہ آپ ﷺ کو اپنے سماج کی ثابت قدمی اور پختگی پر پورا اعتماد تھا اور اس قسم کی شرط آپ کے لئے قطعاً کسی اندیشے کا سبب نہ تھی۔ (۱۹)

صلح حدیبیہ کے فوائد، نتائج واثرات

صلح کے بعد تین دن تک آپ ﷺ نے حدیبیہ میں قیام فرمایا، پھر روانہ ہوئے تو راہ میں یہ سورت اتری: ''إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحاً مُّبِيناً'' (۲۰) ''ہم نے تجھ کو کھلی ہوئی فتح عطا کی''۔ تمام مسلمان

جس چیز کو شکست سمجھ رہے تھے، خدا نے اس کو فتح مبین کہا۔ آنحضرت ﷺ نے حضرت عمرؓ کو بلا کر فرمایا: یہ آیت نازل ہوئی ہے، انہوں نے تعجب سے پوچھا کہ: کیا یہ فتح ہے؟ ارشاد ہوا کہ: ہاں۔ صحیح مسلم میں ہے کہ حضرت عمرؓ کو تسکین ہوگئی اور مطمئن ہوگئے۔ (۲۱)

علامہ شبلی نعمانیؒ فرماتے ہیں: نتائج مابعد نے اس رازِ سر بستہ کی عقدہ کشائی کی، اب تک مسلمان اور کفار ملتے جلتے نہ تھے، اب صلح کی وجہ سے آمد و رفت شروع ہوئی، خاندان اور تجارتی تعلقات کی وجہ سے کفار مدینہ میں آتے، مہینوں قیام کرتے اور مسلمانوں سے ملتے جلتے تھے، باتوں باتوں میں اسلامی مسائل کا تذکرہ آتا رہتا تھا، اس کے ساتھ ہر مسلمان اخلاص، حسن عمل، نیکوکاری، پاکیزہ اخلاقی کی ایک زندہ تصویر تھا، جو مسلمان مکہ جاتے تھے ان کی صورتیں یہی مناظر پیش کرتی تھیں، اس سے خود بخود کفار کے دل اسلام کی طرف کھنچے آتے تھے۔ اس معاہدہ صلح سے لے کر فتح مکہ تک اس قدر کثرت سے لوگ اسلام لائے کہ کبھی نہیں لائے تھے۔ (۲۲) اسی دوران حضرت خالد بن ولیدؓ، عمرو بن عاصؓ اور عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہم مسلمان ہوگئے، جب یہ لوگ خدمتِ نبوی میں حاضر ہوئے تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''مکہ نے اپنے جگر گوشوں کو ہمارے حوالے کردیا ہے''۔ (۲۳) امام زہریؒ کا بیان ہے کہ: صلح حدیبیہ جیسی فتح اس سے پہلے اسلام میں حاصل نہیں ہوئی تھی، اس سے پہلے مسلمانوں اور اہل مکہ کی ملاقات لڑائیوں میں ہوتی تھی، لیکن جب صلح ہوئی اور جنگ نے سامان حرب رکھ دیا اور لوگ ایک دوسرے سے مامون ہوگئے تو ایک دوسرے سے ملنے لگے، بات چیت کرنے لگے اور بحث و مباحثہ ہونے لگا، اور جو بھی کچھ ہوش و حواس اور عقل رکھتا تھا، اس نے جب بھی اسلام کے بارے میں گفتگو کی تو وہ مسلمان ہوگیا، پچھلے انیس سالوں میں اتنے لوگ مسلمان نہیں ہوئے جتنے ان دو سالوں (صلح حدیبیہ سے فتح مکہ تک) میں مسلمان ہوئے۔ (۲۴)

صلح حدیبیہ کے فوائد و ثمرات کو مختصراً اس طرح سمیٹا جاسکتا ہے:

۱...... اس میں پہلی مرتبہ عرب میں اسلامی ریاست کا وجود باقاعدہ تسلیم کیا گیا، اس سے پہلے تک عربوں کی نگاہ میں محمد ﷺ اور آپ ﷺ کے ساتھیوں کی حیثیت محض قریش اور قبائل عرب کے خلاف خروج کرنے والے ایک گروہ کی تھی اور وہ ان کو برادری سے باہر (Outlaw) سمجھتے تھے، اب خود قریش ہی نے آپ ﷺ سے معاہدہ کر کے سلطنتِ اسلامی کے مقبوضات پر آپ ﷺ کا اقتدار مان لیا اور قبائل عرب کے لئے یہ دروازہ بھی کھول دیا کہ ان دونوں سیاسی طاقتوں میں سے جس کے ساتھ چاہیں حلیفانہ معاہدات کرلیں۔

۲...... مسلمانوں کے لئے زیارتِ بیت اللہ کا حق تسلیم کر کے قریش نے آپ سے آپ گویا یہ بھی مان لیا کہ اسلام کوئی بے دینی نہیں ہے، جیسا کہ وہ اب تک کہتے چلے آرہے تھے، بلکہ عرب کے مسلمہ

ادیان میں سے ایک ہے اور دوسرے عربوں کی طرح اس کے پیرو بھی حج وعمرہ کے مناسک ادا کرنے کا حق رکھتے ہیں، اس سے اہل عرب کے دلوں کی وہ نفرت کم ہوگئی جو قریش کے پروپیگنڈے سے اسلام کے خلاف پیدا ہوگئی تھی۔

۳......دس سال کے لئے جنگ بندی کا معاہدہ ہوجانے سے مسلمانوں کو امن میسر آ گیا اور انہوں نے عرب کے تمام اطراف ونواح میں پھیل کر اس تیزی سے اسلام کی اشاعت کی کہ صلح حدیبیہ سے پہلے پورے ۱۹ سال میں اتنے آدمی مسلمان نہ ہوئے تھے، جتنے اس کے بعد دو سال کے اندر مسلمان ہوگئے۔ یہ اسی صلح کی برکت تھی کہ یا تو وقت تھا جب حدیبیہ کے موقع پر حضور ﷺ کے ساتھ صرف ۱۴سو آدمی آئے تھے، یا دو ہی سال کے بعد جب قریش کی عہد شکنی کے نتیجے میں حضور ﷺ نے مکہ پر چڑھائی کی تو دس ہزار کا لشکر آپ ﷺ کے ہم رکاب تھا۔

۴......قریش کی طرف سے جنگ بندی ہوجانے کے بعد آنحضرت ﷺ کو یہ موقع مل گیا کہ اپنے مقبوضات میں اسلامی حکومت کو اچھی طرح مستحکم کرلیں اور اسلامی قانون کے اجراء سے مسلم معاشرے کو ایک مکمل تہذیب وتمدن بنادیں۔ یہی وہ نعمتِ عظمٰی ہے جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے سورۂ مائدہ کی آیت نمبر:۳ میں فرمایا ہے کہ: ''آج میں نے تمہارے دین کو تمہارے لئے مکمل کردیا ہے اور اپنی نعمت تم پر تمام کردی ہے اور تمہارے لئے اسلام کو تمہارے دین کی حیثیت سے قبول کرلیا ہے''۔

۵......قریش سے صلح کے بعد جنوب کی طرف سے اطمینان نصیب ہوجانے کا فائدہ یہ بھی ہوا کہ مسلمانوں نے شمال عرب اور وسطِ عرب کی تمام مخالف طاقتوں کو بآسانی مسخر کرلیا۔ صلح حدیبیہ پر تین ہی مہینے گذرے تھے کہ یہودیوں کا سب سے بڑا گڑھ خیبر فتح ہوگیا اور اس کے بعد فدک، وادی القریٰ، تیما اور تبوک کی یہودی بستیاں اسلام کے زیرنگیں آتی چلی گئیں، پھر وسط عرب کے تمام قبیلے بھی، جو یہود اور قریش کے ساتھ گٹھ جوڑ رکھتے تھے، ایک ایک کرکے تابع فرمان ہوگئے۔ اس طرح حدیبیہ کی صلح نے دو ہی سال کے اندر عرب میں قوت کا توازن اتنا بدل دیا کہ قریش اور مشرکین کی طاقت دب کر رہ گئی اور اسلام کا غلبہ یقینی ہوگیا۔ (۲۵)

۶......اور محض تین سال کے مختصر عرصے میں مسلمانوں نے پرامن ذرائع سے اپنی مملکت کو تقریباً دس گنا پھیلا کر پورے جزیرہ نما عرب کو اپنا مطیع بنالیا اور وہاں سے رومی اور ایرانی اثرات بالکل خارج کرکے ایک ایسی مستحکم حکومت قائم کردی جو پندرہ ہی سال میں تین براعظموں پر پھیل گئی اور جو اس سے ٹکرایا پاش پاش ہوکر رہ گیا اور جس نے سرِ تسلیم خم کیا، وہ اسلام کی رنگ وزبان سے بالاتر قومیت میں برابری کے حصے کے ساتھ شریک ہوگیا۔ (۲۶)

یہی وہ صلح حدیبیہ ہے، جسے عہدِ نبوی کی سیاستِ خارجہ کا شاہکار کہنا بے جا نہ ہوگا۔

حوالہ جات وحواشی

۱- ڈاکٹر محمد حمید اللہ: رسول اکرم ﷺ کی سیاسی زندگی، کراچی، دارالاشاعت، طبع: ۷، ۱۹۸۷ء، ص: ۱۰۰ سے ۱۰۶ کا خلاصہ۔
۲- مولانا صفی الرحمٰن مبارکپوری: الرحیق المختوم، لاہور، المکتبۃ السلفیہ، ۲۰۰۳ء، ص: ۴۵۹۔
۳- ڈاکٹر محمد حمید اللہ: رسول اکرم ﷺ کی سیاسی زندگی، ص: ۱۰۵۔
۴- ابوالفداء اسماعیل بن کثیر: البدایہ والنہایہ، القاہرہ، مصر، طبع اولیٰ: ۱۹۹۶ء، ۱۹۶/۴۔
۵- البدایہ والنہایہ، ۱۹۷/۴۔ ابومحمد عبدالملک ابن ہشام: سیرۃ النبی، لاہور، اسلامی کتب خانہ ۱۰۱/۳۔ الرحیق المختوم، ص: ۴۶۱۔
۶- رسول اکرم ﷺ کی سیاسی زندگی، ص: ۱۰۶۔
۷- ایضاً، والرحیق المختوم، ص: ۴۶۵۔ ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، بیروت، دارالخیر، طبع: ۲، ۱۹۹۱ء، ۲۰۶/۴۔
۸- سورۂ فتح، آیت: ۱۸۔
۹- ابن ہشام: سیرۃ النبی، ۱۰۴/۳۔
۱۰- الرحیق المختوم، ص: ۴۶۶۔ البدایہ والنہایہ: ۲۰۰/۴۔ ابن ہشام: سیرۃ النبی: ۱۰۵/۳۔ رسول اکرم ﷺ کی سیاسی زندگی، ص: ۱۰۸۔
۱۱- البدایہ والنہایہ: ۲۰۸/۴۔ سیرت ابن ہشام: ۱۰۵/۳۔ الرحیق المختوم: ص: ۴۶۶-۴۶۷۔
۱۲- الرحیق المختوم: ص: ۴۶۶۔
۱۳- سورۂ فتح، آیت: ۲۴۔
۱۴- الرحیق المختوم: ص: ۴۶۹۔
۱۵- ایضاً۔
۱۶- علامہ اقبال: بال جبریل، لاہور، پروگریسو بکس، ص: ۸۶۔
۱۷- ابوالحسین مسلم بن حجاج القشیریؒ: صحیح مسلم مع شرح النواوی، باب صلح حدیبیہ: ۴۷۷/۵۔
۱۸- ایضاً۔
۱۹- الرحیق المختوم، ص: ۴۷۱-۴۷۲۔
۲۰- سورۂ فتح آیت: ۱
۲۱- صحیح مسلم مع شرح النواوی: ۴۷۸/۵
۲۲- علامہ شبلی نعمانی احمدؒ: سیرت النبی، کراچی، دارالاشاعت، طبع اول، ۱۹۸۵ء: ۲۶۶/۱
۲۳- اس بارے میں سخت اختلاف ہے کہ یہ صحابہ کرامؓ کس سن میں اسلام لائے۔ اسماء الرجال کی عام کتابوں میں اسے ۸ ہجری کا واقعہ بتایا گیا ہے، لیکن نجاشی کے پاس حضرت عمرو بن عاصؓ کے اسلام لانے کا واقعہ مشہور ہے جو سن ۷ ھ کا ہے اور یہ بھی معلوم ہے کہ حضرت خالد بن ولیدؓ اور عثمان بن طلحہؓ اس وقت مسلمان ہوئے تھے جب حضرت عمرو بن عاصؓ حبشہ سے واپس آئے تھے، کیونکہ انہوں نے حبشہ سے واپس آکر مدینہ کا قصد کیا تو راستے میں ان دونوں سے ملاقات ہوئی اور تینوں حضرات نے ایک ساتھ خدمت نبوی میں حاضر ہوکر اسلام قبول کیا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ بھی حضرات سن ۷ ھ کے اوائل میں مسلمان ہوئے۔ (مولانا صفی الرحمٰن مبارکپوری: الرحیق المختوم، ص: ۴۷۴)
۲۴- البدایہ والنہایہ: ۲۰۲/۴
۲۵- سید ابوالاعلیٰ مودودی: تفسیر تفہیم القرآن، لاہور، ادارہ ترجمان القرآن، طبع: ۴۴، ۲۰۰۰ء، ۴۰/۵-۴۲
۲۶- ڈاکٹر محمد حمید اللہ: رسول اکرم ﷺ کی سیاسی زندگی، ص: ۱۰۷۔ تفہیم القرآن: ۴۰/۵-۴۲

میرے محمدی بھائیو! کدھر جا رہے ہو؟

ابوطلحہ عثمان، ایم اے عربی، ایم اے علوم اسلامیہ، جھنگ

آس کی بجھتی چلی جاتی ہیں شمعیں کیا کروں
ایک سناٹا ہی سناٹا ہے گھر میں کیا کروں؟

کون سی خوبی ہے جو بحیثیت مجموعی مسلمان قوم میں آج موجود ہے؟ اپنے کو مسلمان بھی کہتے ہیں رشوت بھی کھاتے ہیں۔ مسلمان کہلاتے ہیں جھوٹ بولتے ہیں۔ مسلمان کہلاتے ہیں، وعدہ خلافی دھڑلے سے کرتے ہیں۔ مسلمان کہلاتے ہیں، دوسروں کی جیب کاٹنے کے بیسیوں طریقے نہایت دلیری سے اختیار کر رکھے ہیں۔ مسلمان کہلاتے ہیں، ڈاکے ڈالتے ہیں۔ کوئی ذرا سی مزاحمت کرے تو گولی اس کے سینے میں اتار دیتے ہیں۔ راہزنی کرتے ہیں۔ مسافروں کی جیبیں خالی کروا لیتے ہیں، مگر ہیں مسلمان۔ غریب اور متوسط آدمی سے سائیکل اور موٹر سائیکل چھینتے ہیں مگر ہیں مسلمان۔ کاریں چھینتے ہیں، پھر ان کو کہیں دور جا کر بیچ آتے ہیں یا انہی چھینی گئی کاروں کے ذریعے ڈاکے اور قتل عام کرتے ہیں مگر ہیں مسلمان۔ وزیر، مشیر بن کر قوم کو لوٹتے ہیں اور ذرا آگے قدم بڑھائیں تو دوبئی، سوئٹزرلینڈ، یورپ اور امریکہ کے بنکوں میں لوٹ کا مال جمع کرواتے ہیں، مگر ہیں خُدّام المسلمین۔ روٹی، کپڑا اور مکان کا پُر فریب فرعونی نعرہ لگاتے ہیں، عام مسلمان سمجھتا ہے یہ چیزیں مجھے ملیں گی، مگر وہ تو یہی چیزیں جن کے پاس پہلے تھیں ان سے بھی چھین لیتے ہیں اور یہ سب دھوکے باز عیار مسلمان ہی کہلاتے ہیں۔

سب سے پہلے پاکستان کا نعرہ لگا کر لاکھوں کلمہ گو بھائیوں کو یہودی دہشت گردوں کے ہاتھ فروخت کر دیتے ہیں، مگر ہیں مسلمان۔ ہاں! لاکھوں، کروڑوں ڈالروں کا ایک سیلاب بالآخر ان کے گھروں میں خوش رنگ طوفان لے آتا ہے۔ اگر کوئی نیک نصیب انسان جج یا بااختیار افسر اُن پر گرفت

کرے تو NRO کا پروانہ ماتھے پر سجا لیتے ہیں، جبکہ سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ مخزومی قریشی شریف زادی کو استثناء نہیں دیتے، اس کا ہاتھ کٹ جاتا ہے، مگر کلمہ کے نام پر بننے والے ملک کے سیدزادے اور اس کے حواری، موالی، سرمایہ دار، زردار مستثنیٰ قرار پاتے ہیں اور ہیں سب جدی پشتی مسلمان۔

ارے کلمہ لا الہ الا اللہ کے دعوے دارو! تمہارا رخ تو مکہ کی طرف تھا، تمہاری آواز کی گونج تو محمد رسول اللہ ﷺ کے مدینہ کی طرف تھی، کیا ابھی وقت نہیں آیا کہ اپنے یوٹرن کو چھوڑ کر محمد رسول اللہ ﷺ کے دیئے ہوئے صراط مستقیم پر رواں ہو جاؤ؟ قرآن پاک میں سود، رشوت، حرام مال، جھوٹ، فریب، چوری اور بدکاری جیسی صفات کو یہود و نصاریٰ کی صفات قرار دیا ہے اور محمد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:

''منافق کی تین علامات ہیں: بولے تو جھوٹ بولے، وعدہ کرے تو اسے پورا نہ کرے، جھگڑا ہو جائے تو گالیاں دے۔ جس کسی میں ان میں سے ایک علامت ہے، اس میں نفاق کی ایک علامت ہے اور جس کسی میں یہ تینوں علامات ہیں، وہ پکا منافق ہے''

سوچئے! آپ میں تو ان علامات میں سے کوئی علامت نہیں؟ کیا ابھی وقت نہیں آیا کہ آپ صرف مسلمان نہیں، پکے مسلمان بن جائیں؟۔

آنجہانی گاندھی کانگریس حکومت کے وزیروں سے کہہ رہا تھا:

''میں رام چندر اور کرشنا کا حوالہ نہیں دے سکتا، وہ تاریخی ہستیاں نہیں تھیں، میں حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ کا نام بطور مثال نمونہ کے پیش کرتا ہوں، وہ بہت بڑی سلطنت کے حاکم تھے، پر انہوں نے فقیروں والی زندگی گزاری''۔

(بحوالہ اخبار ہریجن، ۲۷ جولائی ۱۹۳۷ء)

اے مسلمانو! اے محمدی ہونے کے دعویدارو! کیا ابھی وقت نہیں آیا کہ تم مرنے کے بعد کی زندگی کے لئے کچھ کرلو؟ کیا ابھی وقت نہیں آیا کہ تم اپنے نبی ﷺ اور ان کے صحابہ کرامؓ کے نقوش قدم کو اپنی حرز جان بنالو؟ پھر تم اور تمہاری نسلیں دنیا پر چھا جائیں گی، تم ہی حاکم ہو گے اور دنیا محکوم۔ ''وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِيْنَ''۔

تیرا حق تجھے اس وقت ملے گا جب تو اس کے سر پر چڑھ کر کھڑا ہوگا

لے نہ ڈوبیں ایک دن ہم کو یہ بداعمالیاں
روتے روتے مرنہ جائیں ہم پہ رونے والیاں

وہ میرے مکان میں کرایہ دار ہے، وعدہ اور تحریر کے مطابق ہر ماہ کی ۵ تاریخ تک ادائیگی ہونی تھی۔ دو ماہ کا کرایہ دیا وہ بھی وسط ماہ کے بعد، پھر تین ماہ ہو رہے ہیں، کرایہ نہیں دیا، جب فون کرتے ہیں کل کا وعدہ کرلیا جاتا ہے، مگر وہ کل نہیں آتی، وہ بولتا چلا گیا، اس نے کہا میں ریٹائرڈ آدمی ہوں، ساری

زندگی اللہ نے رشوت اور سود کے حرام مال سے بچایا، ۳۳ سال کی نوکری کے بعد جی پی فنڈ کے پیسوں سے پلاٹ خریدا، پنشن کے پیسوں سے تعمیر کیا کہ چلو ماہانہ پنشن کے ساتھ کرایہ مکان کے پیسے ملا کر اچھا گزارا ہوتا رہے گا، اس نے مزید کہا کہ آخر یہ کیا ہے کہ جب اپنا حق رزق حلال مانگتا ہوں، بھیک نہیں مانگتا تو وہ آگے سے کہتا ہے تم اتنے پیسوں کا کیا کرو گے؟ کیا قبر میں لے جاؤ گے؟ ۔

میں سوچ رہا تھا آج کے نام نہاد مسلمان کے اخلاق کتنے خراب ہو چکے ہیں: جو آدمی رشوت لیتا ہے، وہ بھی کہتا ہے تم اتنے پیسوں کا کیا کرو گے؟ کچھ تو مجھے دیدو۔ چوری کرنے والا کہتا ہے اس کے پاس مال ہے، اس نے کیا کرنا ہے، چلو میں لے لیتا ہوں۔ راہزن اور ڈاکو کہتے ہیں اپنی جیبیں خالی کرو، تم نے پیسے کیا کرنے ہیں؟ یہ موٹر سائیکل اور کار تم نے کیا کرنی ہے؟ چھوڑو! ورنہ گولی مار دوں گا۔ بڑی بڑی مارکیٹوں میں، بنکوں میں ڈاکے پڑتے ہیں کہ اتنا مال یہاں کیوں پڑا ہے؟ چھوڑو! ہمیں دیدو، قبر میں مت لے جاؤ، میرے پیٹ کے جہنم کو بھرنے دو۔ سرکاری مال میں افسران غبن کرتے ہیں، کہتے ہیں: سرکار نے اور پبلک نے اتنے پیسے کیا کرنے ہیں؟۔ حج اسکینڈل سامنے آتا ہے، حاجیو! تمہیں تو ثواب ملے گا، کچھ ہمیں لوٹنے دو۔ اور این آئی سی ایل اسکینڈل اور پتا نہیں کیا کیا، کون سا محکمہ بچا ہوا ہے؟ ہر جگہ Domore هل من مزید ؟ کی آواز آرہی ہے۔ بقول شخصے: وزیراعظم کے پاس ۲۹ ارب روپے صوابدیدی فنڈ کے ہیں، مگر سندھ اور بلوچستان میں ہاہاکار مچی ہوئی ہے، بارش اور سیلاب نے تباہی مچادی ہے، یہ رقم ایک تہائی بھی ان پر خرچ ہو جائے تو وہ لاکھوں لوگ مصائب و آفات سے نکل آئیں۔ بیرون ملک سے خیرات اس لئے نہیں ملتی کہ یہاں پہنچ کر وہ سوئس اور دبئی بنکوں کی طرف Slip کر جاتی ہے، محتاجوں، ضرورت مندوں نے ان پیسوں کا کیا کرنا ہے؟ ۳۷ روپے لیٹر میں منگوایا تیل امریکی ہم پیشہ دہشت گردوں کو اصل قیمت سے بھی کم میں پیش کر دیا جاتا ہے، اہل وطن کے حصے میں سارے ٹیکس آتے ہیں اور وہی ۳۷ روپے والا تیل ان کو ۹۰ روپے لیٹر سے اوپر میں دیا جاتا ہے کہ ان اہل وطن کو مہنگائی کے دور میں چند کوڑیاں بچانے کی کیا ضرورت ہے؟ ہاں! بجلی کی لوڈ شیڈنگ میں بھرپور حصہ عوام کو ملتا ہے۔ صدارتی، وزارتی اور مشیروں کے محلات کو تو استثناء حاصل ہے۔ اے کلمہ پڑھنے والے با اختیار باوقار لوگو! یہ دوسروں کو کفایت کی ترغیب اور ان کے جائز اور حلال اموال، خون پسینے کی کمائی لوٹ کر کب تک جیو گے؟ یہ صفت تو یہودیوں کی تھی، مال لوٹنا رشوت کھانا، اہل حقوق کے حقوق غصب کرنا۔ کسی کو کچھ دینا پڑا تو اس وقت دیں گے جب کوئی سر پر چڑھ کر کھڑا ہوگا، اِلَّا مَا دُمْتَ عَلَيْهِ قَآئِمًا ۔ میرے محمدی بھائیو! کدھر جا رہے ہو؟

مجھے محسوس ہوتا ہے کہ جیسے
اکیلا ہی سر محشر کھڑا ہوں

انشورنس کے متبادل ''نظامِ تکافل'' پر ایک نظر، ایک جائزہ

مولانا محمد راشد ڈسکوی صاحب، جامعہ فاروقیہ، کراچی

چودھویں صدی ہجری میں جب دوسرے ممالک میں بحری سفر کے ذریعے تجارت کا عام معمول تھا تو ان اسفار میں کبھی یہ جہاز بحری قزاقوں کے ہاتھوں لوٹ لئے جاتے اور کبھی سمندری طوفان کی نظر ہوکر غرق ہوجاتے، جس کی بناء پر تاجروں کا لاکھوں، کروڑوں کا نقصان ہوجاتا، لہذا بحری سفر کے اس ہونے والے نقصان سے بچاؤ کے لئے یا اس نقصان کی تلافی کے لئے ''بیمہ'' کا آغاز ہوا، چنانچہ بیمہ کا مفہوم یہ بنے گا کہ:

''انسان کو مستقبل میں جو خطرات پیش آنے والے ہوں، کوئی انسان یا ادارہ ضمانت لے لے کہ فلاں قسم کے خطرات (Risks) کے نتیجے میں ہونے والے نقصان کے مالی اثرات کی میں تلافی کروں گا''۔

اس کو اردو میں ''بیمہ''، انگریزی میں ''انشورنس، Insurance'' اور عربی میں ''التـأمین'' کہتے ہیں۔

علامہ شامیؒ کے زمانے میں یہ رواج ہوگیا تھا کہ بعض لوگ تاجروں کا سامان سمندر کے راستے سے ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرتے تو اس سامان کا کرایہ لینے کے علاوہ کچھ مزید متعین رقم بھی لیتے تھے اور وہ اس زائد متعین رقم کے عوض اس بات کی ضمانت دیتے کہ اگر کسی تاجر کا مال ہلاک ہوگیا تو رقم لینے والا اس کی تلافی کرے گا، یہ زائد رقم جو لی جاتی تھی اس کو ''سوکرہ'' کہتے تھے، ''سوکرہ'' کا مطلب بیمہ اور ضمانت (Security) کے ہیں، یہ مذکورہ صورت بحری بیمہ (Marine insursnce) کی تھی۔

علامہ شامیؒ نے اس صورت کے ناجائز ہونے کا فتویٰ جاری کیا اور فرمایا:

''والذی یظهر لی أنه لایحل للتاجر أخذ الهالک من ماله، لأن هذا التزام مالم یلزم'' (رد المحتار، کتاب الجهاد، باب المستامن، مطلب مهم فیما یفعله التجار......: ۶/ ۲۸۱،دار عالم الکتب)

ترجمہ:۔''میرے نزدیک تاجر کے لئے مال کی ہلاکت کی صورت میں اس کا عوض لینا حلال نہیں، کیونکہ (تاجر سے زائد رقم لے کر یہ وعدہ کرنا کہ اگر تمہارا مال ہلاک ہوگیا تو اس مال کا عوض میں تمہیں ادا کروں گا) یہ ایک ایسا التزام ہے، جو شرعاً لازم نہیں ہوتا''۔

اس کے بعد وقت کے ساتھ ساتھ بیمہ کی کئی صورتیں وجود میں آئیں، مثلاً: عام بیمہ، آگ کا بیمہ، صحت کا بیمہ، زندگی کا بیمہ، وغیرہ۔ بیمہ کی مذکورہ بالا تمام اقسام جمہور علماءِ امت کے نزدیک ناجائز ہیں۔عدمِ جواز کی وجہ ان صورتوں میں سود، قمار اور غرر کا پایا جانا ہے۔ پھر اس جدید، ترقی یافتہ دور میں بیمہ کی ضرورت اور اہمیت کی وجہ سے اس کے جائز متبادل کی کوششیں شروع ہوئیں، اسی تناظر میں ''تکافل کی شرعی حیثیت'' کے کلماتِ تشکر میں ''پاک قطر فیملی تکافل کمپنی لمیٹڈ'' کے چیف ایگزیکٹو آفیسر جناب پی احمد صاحب لکھتے ہیں:

''موجودہ حالات میں انشورنس کی ضرورت مخفی نہیں، بلکہ بعض ملکوں میں لائف انشورنس کی بہت سی صورتیں ہر شہری کے لئے قانونی طور پر بھی لازمی ہیں، لیکن چونکہ انشورنس نظام میں کئی غیر شرعی عناصر تھے، جس کی وجہ سے علماءِ کرام نے ہر دور میں مسلمانوں کو اس نظام کا حصہ بننے سے منع فرمایا، ضرورت چونکہ اپنی جگہ مسلّم تھی، لہذا اس نظام کے جائز متبادل کی کوششیں ہوئیں، الحمدللہ! محض اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم اور اس کی توفیق سے جید مفتیانِ کرام کی نگرانی مین انشورنس نظام کا جائز متبادل ''نظام تکافل وجود'' میں آیا''۔ (تکافل کی شرعی حیثیت ص:۱۱)

چنانچہ ۲۰۰۵ء میں پاکستان میں سب سے پہلے ''پاک کویت تکافل کمپنی لمیٹڈ'' نے کام شروع کیا، پھر ۲۰۰۶ء میں ''تکافل پاکستان لمیٹڈ'' کے نام سے دوسری کمپنی شروع ہوئی، پھر ۲۰۰۷ء میں ''پاک قطر فیملی رجنرل تکافل کمپنی لمیٹڈ'' شروع ہوئی اور ''داؤد تکافل کمپنی لمیٹڈ'' بھی پاکستان میں کام کررہی ہے۔ نظامِ تکافل کو مختلف قسم کی بنیادوں پر استوار کیا گیا، تاکہ یہ اُن خرابیوں سے پاک ہوجائے جو انشورنس میں موجود تھیں، لیکن پاکستان میں اس کی بنیاد وقف کے قواعد پر رکھی گئی ہے، اس نظام کے تفصیلی تعارف پر اب تک دو کتابیں اردو میں، ایک مولانا مفتی اعجاز احمد صمدانی صاحب کی ''تکافل، انشورنس کا اسلامی متبادل'' اور دوسری کتاب مفتی عصمت اللہ عصمہ اللہ صاحب کی ''تکافل کی شرعی

حیثیت'' شائع ہو چکی ہیں۔

جوں جوں اس نظام کو فروغ ملتا گیا ویسے ویسے لوگوں کی طرف سے سوالات بڑھتے گئے، چنانچہ اس نظام کو سمجھنے اور جانچنے کے لئے (کہ آیا یہ نظام واقعتاً ان خرابیوں سے اپنا دامن بچا سکا ہے یا نہیں؟) مطالعہ شروع کیا، پھر میری اس کوشش کو مزید تقویت اس بات سے بھی ملی، جو مفتی عصمت اللہ صاحب نے کتاب ''تکافل کی شرعی حیثیت'' کے ''حرفِ مؤلف'' میں لکھی کہ:

> ''جو حل نکالا گیا ہے، اس کے بارے میں یہ دیکھا جائے گا کہ یہ قرآن وحدیث کے کسی ''اصول مقررہ'' کے خلاف تو نہیں اور اس میں ایسا کوئی عنصر تو نہیں پایا جاتا، جو قرآن وحدیث سے متصادم ہو۔ اگر اس حل میں ایسی کوئی بات موجود نہ ہو اور حل قواعدِ شرعیہ ے خلاف نہ ہو، تو وہ جائز حل ہوگا اور اس کے مطابق عمل کرنا جائز ہوگا، جسے آج کل کی زبان میں ''Shariah Complaint'' بھی کہا جاتا ہے، اس کے معنی یہی ہیں کہ یہ قرآن وسنت اور اس سے مستخرج ومستنبط، ضوابط وقواعد اور اصول کے خلاف نہیں''۔ (ص:۱۳)

اس پورے نظام تکافل کا مطالعہ کرنے کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ نظام تکافل ''کمپنی اور شخصِ قانونی'' کے تصور کے بغیر بالکل ناقص، ادھورا اور نامکمل ہے۔ ان دونوں کا کردار اگر اس نظام میں نہ ہو تو مجوزین حضرات ہی کے بقول اس نظامِ تکافل سے وہ خرابیاں دور نہ ہو سکیں گی، جو انشورنس میں موجود ہیں اور جن کی بناء پر انشورنس کی حرمت کا فتویٰ دیا جاتا ہے۔

جبکہ! کمپنی کی شرعی حیثیت، کمپنی کی محدود ذمہ داری اور شخصِ قانونی کے شرعاً تسلیم ہونے پر نہ تو فقہی نظائر تسلی بخش ہیں اور نہ ہی ان پر وقت کے جمہور اکابر علمائے کرام ومفتیانِ عظام کا اظہارِ اطمینان ہے۔ ان تصورات کے پیش کرنے والوں کو جب اس حوالے سے اشکالات اور عدمِ اطمینان کی وجوہات تحریر کرکے ارسال کی گئیں تو بھی تسلی بخش اور فقہی اعتبار سے مضبوط ومدلل جواب سامنے نہ آیا اور پھر تعجب تو اس بات پر ہے کہ ان امور میں جو بحث اور دلائل وغیرہ قائم کئے گئے ہیں، ان کے بارے میں خود ان احباب کی طرف سے جزماً کوئی دوٹوک مؤقف اختیار کرکے قابلِ عمل قرار نہیں دیا گیا اور نہ ہی اس پر فتویٰ دیا گیا ہے، بلکہ ابھی تک مجوزین حضرات اسے ''ایک ابتدائی سوچ'' ہی قرار دیتے ہیں، چنانچہ اس بارے میں جناب حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم اپنی تازہ ترین تالیف ''غیر سودی بینکاری'' میں لکھتے ہیں کہ:

> ''اس مسئلے کے بارے میں بندے نے جو کچھ لکھا ہے، اس میں یہ بات صاف صاف لکھی ہے کہ یہ میری طرف سے کوئی حتمی فتویٰ نہیں ہے، بلکہ یہ ایک سوچ ہے جو

اہل علم کے غور کے لئے پیش کی جارہی ہے،......... جہاں تک محدود ذمہ داری کے تصور کا سوال ہے، مجھے خود پہلے بھی اس پر جزم نہیں تھا اور جو ابتدائی میلان ظاہر کیا تھا، اس پر بھی نظرِ ثانی کی ضرورت سمجھتا ہوں اور جو دلائل اس کے خلاف دیئے گئے ہیں، ان میں بعض دلائل واقعۃً وزنی ہیں''۔

(غیر سودی بینکاری،ص:۳۳۹، ۴۴۳، مکتبہ معارف القرآن، کراچی)

جب ایسی بات ہے کہ اس پر نہ کوئی فتویٰ دیا گیا ہے، نہ اس بارے میں ابھی تک کوئی حتمی بات کی گئی ہے اور پھر اس کے خلاف قائم کئے گئے دلائل بھی وزنی ہیں، تو پھر اس نظریئے پر پوری عمارت کھڑی کردینا اور اس پر اسلامی اور صحیح متبادل ہونے کا عنوان چسپا کردینا، اسی پر بس نہیں، بلکہ اس کی بھرپور تشہیر کرنا اور اس کی دعوت عام دینا اور زیادہ معنی خیز ہے۔ شخصِ قانونی اور محدود ذمہ داری کی خرابیوں اور کمزوریوں پر تفصیلی کلام جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن سے شائع ہونے والی کتاب ''مروجہ اسلامی بینکاری'' اور جامعہ خلفائے راشدینؓ کراچی کے مفتی احمد ممتاز صاحب زیدمجدہ کی جناب مفتی محمد تقی عثمانی صاحب زیدمجدہ کی کتاب ''غیر سودی بینکاری'' کے جواب میں لکھی گئی کتاب ''غیر سودی بینکاری، ایک منصفانہ علمی جائزہ'' اور جناب ڈاکٹر مفتی عبدالواحد صاحب زیدمجدہ کی کتاب ''جدید معاشی مسائل اور حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ کے دلائل کا جائزہ'' اور جناب مفتی محمد تقی عثمانی صاحب کی کتاب ''غیر سودی بینکاری'' کے جواب میں لکھی گئی کتاب ''ہدیۂ جواب'' میں کیا گیا، **من شاء فلیراجع۔**

اس موضوع پر مطالعہ کرنے کے بعد اندازہ ہوا کہ تکافل کا مروجہ طریقہ کار بھی ان خرابیوں سے دامن نہیں بچاسکا ہے، جو انشورنس میں پائی جاتی ہیں۔ ذیل میں چند باتیں بطور تمہید ذکر کرنے کے بعد اس نظام کی کمزوریاں تفصیل سے ذکر کی جائیں گی:

۱......مروجہ نظام میں چند افراد مل کر ایک کمپنی قائم کرتے ہیں، پھر نقود کی کچھ مقدار وقف کرکے وقف فنڈ قائم کرتے ہیں، چنانچہ تکافل پالیسی اختیار کرنے والے ہر قسم کے تکافل کے اعتبار سے ماہانہ فیس جمع کرواتے ہیں، جس کا ایک حصہ وقف فنڈ میں ڈال دیا جاتا ہے اور ایک حصہ تجارت میں لگایا جاتا ہے، وقف فنڈ میں ڈالا جانے والا حصہ اس پالیسی ہولڈر کی ملکیت سے نکل کر وقف فنڈ کی ملکیت میں داخل ہوجاتا ہے، دوسری طرف فنڈ قائم کرنے والے فنڈ کے مصارف (یعنی موقوف علیہم) کے لئے شرائط نامہ مرتب کرتے ہیں کہ پالیسی ہولڈر جب فنڈ کو اتنا...... چندہ دے گا تو بوقتِ ضرورت اس کی اس فنڈ سے اتنی مقدار...... میں مدد کی جائے گی اور جب اتنی مقدار...... میں چندہ دے گا تو اس کی اس فنڈ سے اتنی ...... مدد کی جائے گی۔

دوسری بات: تکافل پالیسی اختیار کرنے والے افراد غریب نہیں، بلکہ امیر تر ہوتے ہیں

(ماہانہ قسطیں ادا کرنا عام افراد کے بس کی بات نہیں ہوتی)۔

تیسری بات: ابتداءً وقف فنڈ قائم کرنے والے خود اپنا بھی تکافل کرواتے ہیں اور اپنی ہی وضع کردہ شرائطِ وقف کے تحت خود بھی مالِ موقوفہ کے فوائد سے منتفع ہوتے ہیں۔ نظامِ تکافل کی بنیادوں میں یہ بات درج ہے:

”تُنشئی شركة التأمين الإسلامی صندوقاً للوقف وتعزل جزءاً معلوماً من رأس مالها يكون وقفاً على المتضررين من المشتركين فی الصندوق حسب لوائح الصندوق وعلى الجهات الخيرية فی النهاية“. (تأصيل التأمين التكافلی على أساس الوقف، للشيخ المفتی تقی العثمانی، ص: ۱۱-۲۰، غير مطبوعة)

عبارات ہٰذا سے مندرجہ ذیل امور مستفاد ہوتے ہیں: ۱......واقفین خود کمپنی مالکان ہوتے ہیں۔ ۲......موقوف علیہم (جن کے لئے وقف قائم کیا جارہا ہے) اس وقف فنڈ کو چندہ دینے والے متضررین (یعنی وہ افراد جو مخصوص حادثات یا نقصان کا شکار ہوئے ہوں) ہوں گے نہ کہ ہر خاص و عام۔ ۳......وقف تحلیل (بے کار، ختم یا دیوالیہ) ہونے کی صورت میں مالِ موقوفہ فقراء پر خرچ کیا جائے گا۔ نیز یہ بات یاد رہے کہ تکافل کروانے میں خود کمپنی مالکان بھی داخل ہوتے ہیں اور دیگر شرکاءِ تکافل بھی اغنیاء ہی ہوتے ہیں۔

پہلی خرابی:

مذکورہ تفصیل کے بعد جاننا چاہئے کہ: شرعاً نقود وقف کرنے والے خود اپنی وقف کردہ منقولی شئے (نقود) سے منتفع نہیں ہوسکتے، اس کی کوئی نظیر شریعت میں نہیں ملتی۔ اس بارے میں مجوزین حضرات جو نظائر پیش کرتے ہیں، وہ سب منقولی اشیاء کے وقف سے منتفع ہونے کی نہیں ہے، بلکہ غیر منقولی اشیاء کے وقف سے خود واقف کے منتفع ہونے کی ہیں، (ملاحظہ ہو: تکافل کی شرعی حیثیت، ص: ۴۸-۵۰) اور دوسری طرف منقولی اشیاء کے وقف کی جتنی مثالیں ہیں، وہ خلافِ قیاس نص سے ثابت ہیں، چنانچہ ان پر قیاس کرتے ہوئے دیگر منقولی اشیاء کو وقف کرنا اور ان سے واقف کا خود نفع اٹھانا ٹھیک نہیں، گویا اس صورت میں یہ واقف خود اپنے اوپر نقود وقف کرنے والا ہے، جس کو دوسرے الفاظ میں وقف علی النفس بھی کہہ سکتے ہیں، جو کہ نقود میں شرعاً متصور نہیں۔

”(لايجوز وقف ما ينقل ويحول) وقال محمد رحمه الله حبس الكراع والسلاح ومعناه وقفه فی سبيل الله وأبويوسف رحمه الله معه فيه على ماقالوا، وهو استحسان، والقياس أن لايجوز، لما بيناه من قبل (من

شرط التأبيد والمنقول لايتأبد) وجه الاستحسان الآثار المشهورة فيه (أى: فى الكراع والسلاح) وعن محمد رحمه الله: أنه يجوز وقف ما فيه تعامل من المنقولات كالفأس والمر والقدوم والمنشار والجنازة وثيابها والقدور والمراجل والمصاحف. وعند أبى يوسفؒ لايجوز؛ لأن القياس إنما يترک بالنص، والنص ورد فى الكراع والسلاح، فيقتصر عليه، ومحمدؒ يقول: القياس قد يترک بالتعامل كما فى الاستصناع، وقد وجد التعامل فى هذه الأشياء".

(الهداية، كتاب الوقف: ۴/ ۴۰۰،مكتبة البشرىٰ)

"ولايجوز وقف ما ينقل ويحول لأنه لايبقى على التأبيد فلايصح وقفه............قال فى الواقعات: "إذا وقف ثوراً على أهل قرية للإنزاء على بقرهم، لايصح؛ لأن الوقف المنقول لايصح إلا فيما فيه تعارف ولاتعارف فى هذا" (الجوهرة النيرة، كتاب الوقف: ۲/ ۲۳، مكتبه حقانيه، ملتان)

"ثم إذا عرف جواز الفرس والجمل فى سبيل الله، فلو وقف على أن يمسكه مادام حياً، إن أمسكه للجهاد جاز له ذلک، لأنه ولو لم يشترط كان له ذلک، لأن جاعلى فرس السبيل أن يجاهد عليه، وإن أراد أن ينتفع به فى غير ذلک لم يكن له ذلک وصح جعله للسبيل، يعنى: يبطل الشرط ويصح وقفه".

(فتح القدير، كتاب الوقف: ۶/ ۲۰۴، دار الكتب العلمية، بيروت)

اس آخری جزئیے میں علامہ ابن ہمامؒ فرماتے ہیں:

''پھر جب گھوڑے اور اونٹ کو فی سبیل اللہ وقف کرنے کا جواز معلوم ہوا تو اگر کسی نے اس شرط کے ساتھ گھوڑے کو وقف کیا کہ وہ اپنی زندگی بھر اس کو اپنے پاس رکھے گا (تو اس میں دوصورتیں ہیں) ایک: اگر اس پر خود جہاد کرنے کے لئے اس کو اپنے پاس رکھا تو یہ اس کے لئے جائز ہے، کیونکہ اگر وہ یہ شرط نہ بھی لگائے تب بھی اس کو حق حاصل ہے کہ خود اس پر جہاد کرے۔ دوم: اور اگر وقف کرنے والے کی مراد یہ ہے کہ وہ گھوڑے کو اپنے ذاتی کاموں میں استعمال کرے تو یہ اس کے لئے جائز نہیں اور اس کا وقف تو صحیح ہوگا، لیکن شرط باطل اور کالعدم ہوگی''۔

اس جزئیہ سے بخوبی واضح ہوجاتا ہے کہ منقولہ اشیاء میں وقف اسی وقت جائز ہوگا جب وہ

وجوہِ خیر یا فقراء میں فوری اور نقد وقف ہو، وقف علی النفس کے بعد نہ ہو اور اگر وقف علی النفس کرلیا تو وقف تو ہو جائے گا، لیکن ''علی النفس'' نہ ہوگا۔

نیز! نظام تکافل میں موقوف علیہم (پالیسی ہولڈرز) اغنیاء ہوتے ہیں (کیونکہ غرباء تو تکافل کروانے اور اس کی فیسیں بھرنے کا سوچ بھی نہیں سکتے) یہ چیز اصلِ وقف کے خلاف ہے، کیونکہ وقف کا مقصودِ اصلی ہر کس و ناکس کا اس سے منتفع ہونا ہے، جبکہ تکافل کے تحت قائم کئے جانے والے وقف فنڈ سے منتفع ہونے والے صرف اور صرف اغنیاء ہوتے ہیں، اگر چہ یہ کہا جاتا ہے کہ اس وقف فنڈ کی انتہاء (بصورتِ تحلیلِ وقف) فقراء پر خرچ کرنا ہے، اس کی صورت ان کے مطبوع مواد میں یہ بتائی گئی ہے کہ ''اگر کبھی یہ فنڈ تحلیل ہو گیا تو اس کا مصرف فقراء ہوں گے''۔ بالفاظِ دیگر ''وقف فنڈ قائم کرنے والے یہ کہتے ہیں کہ ایک خاص مدت تک (مثلاً: پچاس، ساٹھ، ستر، اسّی سال) اس وقف فنڈ کا مصرف اغنیاء ہوں گے اور وقف فنڈ کے تحلیل ہونے کی (احتمالی) صورت میں اس کا مصرف فقراء ہوں گے''۔ (احتمالی اس لئے کہا گیا کہ اس وقف فنڈ کو تحلیل ہونے سے بچانے کے لئے کمپنی اس وقف فنڈ کو قرضۂ حسنہ دیتی ہے اور ایسا اس لئے کرنا پڑتا ہے کہ اگر ایسا نہ کیا جائے تو پالیسی ہولڈر کسی صورت میں اس بات کے لئے تیار نہ ہوگا کہ بوقتِ ضرورت اس کی مدد نہ کی جائے، اُن (پالیسی ہولڈرز) کو ان سارے وقف وغیرہ کے چکروں سے غرض نہیں، ان کو تو اس سے غرض ہوتی ہے کہ ان کے نقصان کی تلافی کی جائے، چنانچہ اگر کمپنی وقف فنڈ کو قرضۂ حسنہ نہ دے تو اس صورت میں تو اُن کا سارا نظام ہی ٹھپ ہو جائے گا)۔

دوسری خرابی:

انشورنس عقدِ معاوضہ ہونے کی وجہ سے ربا، قمار اور غرر جیسے مہلک گناہوں کا مجموعہ تھا، تکافل کو انشورنس کی طرح ربا، قمار اور غرر سے پاک کرنے کے لئے وقف کا ماڈل اختیار کیا گیا اور وقف کو شخصِ قانونی قرار دیتے ہوئے یہ کہا گیا ہے کہ:

> ''(نظامِ تکافل میں عقدِ معاوضہ کی نفی کرتے ہوئے یوں کہا گیا کہ) عقدِ معاوضہ اس وقت ہوتا جب کمپنی کے مالکان کو چندہ دیا جاتا (اور) وہ اس کے مالک بنتے اور پھر پالیسی ہولڈروں کے نقصان کی تلافی کرتے''۔
>
> (تکافل انشورنس کا اسلامی طریقہ، ص: ۱۵۰، ادارہ اسلامیات، لاہور)

اسی طرح ''**تأصيل التأمين التكافلي على اساس الوقف**'' میں لکھا ہے:

> **''هـذه التـكييف إنما يصح إذا كانت هذه المحفظة لها شخصيةً معنويةً معتبرة شرعاً قانوناً، فيصح منها التملک والتمليک''**
>
> **(تأصيل التأمين التكافلي على أساس الوقف، ص: ۱۱)**

خلاصۂ کلام:

انشورنس عقدِ معاوضہ تھا، جس کی وجہ سے ربا، قمار اور غرر سب خرابیاں تھی اور اب (بقول مجوزین) تکافل میں وقف ماڈل کی وجہ سے عقد معاوضہ نہ رہا، کیونکہ یہاں کمپنی کے مالکان چندوں کے مالک نہیں بنتے، بلکہ فنڈ (شخصِ قانونی) اس کا مالک بنتا ہے۔

قابل غور امور یہ ہیں کہ:

الف: شخصِ قانونی کو شرعی بنیادوں پر تسلیم کرنے والے حضرات جملہ مسائل کا حل شخصِ قانونی کے ذریعے کر لیتے ہیں، چنانچہ درپیش مسئلہ میں بھی ایسا ہی ہوا، لیکن قابل غور بات یہ ہے کہ انہی حضرات کے بقول ''شخص قانونی'' بھی زندہ انسانوں کی طرح مالک بننے اور مالک بنانے کی بھی صلاحیت رکھتا ہے، چنانچہ اسی بنا پر اس کو بہت سے معاملات میں عقد کا ایک فریق بھی بنایا جاتا ہے، جیسا کہ تکافل میں بھی وقف فنڈ (شخصِ قانونی) کو رب المال بنایا جاتا ہے، بلکہ اب تو عقد کے دونوں فریقوں کی جگہ شخصِ قانونی نے ہی لے لی ہے۔ (اس کی تفصیل آگے آرہی ہے)

تو پھر اس جگہ (نظامِ تکافل میں) جب پالیسی ہولڈر وقف فنڈ کو چندہ دے کر موقوف علیہم میں داخل ہوجاتا ہے تو اس سے چندے کا مالک بننے والا وقف فنڈ (جو کہ شخصِ قانونی ہے) کہتا ہے کہ اگر تم مجھے اتنا چندہ دو گے تو بوقتِ ضرورت میں تمہاری اتنی مدد کروں گا اور اگر تم مجھے اتنا چندہ دو گے تو میں تمہاری اتنی مدد کروں گا، تو دیکھ لیا جائے کہ یہ معاملہ عقدِ معاوضہ ہونے سے کیسے نکلا؟

ب: اس جگہ مجوزین حضرات یہ تاویل کرتے ہیں کہ:

> ''چندہ دہندہ کو نقصان کی تلافی کا فائدہ اس کی کسی شرط کی وجہ سے نہیں مل رہا، بلکہ وہ تو فنڈ کو چندہ دے کر اس کا رکن بن گیا ہے، اب اس کو یہ فائدہ واقفین کی شرط کی وجہ سے منجملہ موقوف علیہم میں شامل ہونے پر مل رہا ہے، جو کہ اپنی حقیقت کے اعتبار سے عطاء مستقل ہے''۔ (تکافل انشورنس کا اسلامی طریقہ، ص:۱۴۹، ادارہ اسلامیات، لاہور)

یعنی! وہ (پالیسی ہولڈر) یہ نہیں کہتا کہ چونکہ میں نے وقف کو اتنا چندہ دیا ہے، اس لئے میں ان فوائد کا حق رکھتا ہوں، بلکہ وہ یہ کہتا ہے کہ ان قواعد کی بنیاد پر مجھے یہ فوائد حاصل ہونے چاہئیں، یہ قانونی حق اس کو عقدِ معاوضہ میں داخل نہیں کرتا...... مگر سوچنے کی بات تو یہ ہے کہ پالیسی ہولڈرز کو قواعد وضوابط کے تحت دعوی کرنے کا حق کس نے دیا؟ اسے وقف فنڈ سے اپنے نقصان کی تلافی کروانے کا قانونی حق بھی تو تکافل فنڈ کو دی جانے والی رقم کی وجہ سے ہی حاصل ہوا ہے، اب مجوزین حضرات اس قانون کی وجہ سے ملنے والی رقم کو قواعد وضوابط کا نام دیں یا پریمیم کی کمی بیشی کا، اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔

ج: نیز تکافل کو عقد تبرع قرار دے کر غرر کی نفی کی گئی ہے، چنانچہ! لکھا ہے کہ:

’’لیکن اسلامی تکافل کے اندر اس غیر یقینی کیفیت سے عقد ناجائز نہیں ہوتا، کیونکہ اس کی بنیاد ’’عقد تبرّع‘‘ پر ہے اور تبرّعات کے اندر غیر یقینی کیفیت (Uncertainty) کا پایا جانا ممنوع نہیں، جبکہ عقدِ معاوضہ کے اندر ممنوع ہے‘‘۔

(تکافل انشورنس کا اسلامی طریقہ، ص:۱۲۲، ادارۂ اسلامیات، لاہور)

تو اس جگہ سوال یہ ہے کہ شخصِ قانونی (وقف فنڈ) کو چندہ دینے والا کبھی تبرع کرنے کے لئے چندہ نہیں دیتا، کمپنی والے چاہے اس کو جو کچھ بھی کہتے رہیں، اُن کی بَلا سے! اسے تو اپنے نقصان کی تلافی اور نفع سے غرض ہوتی ہے، چاہے کسی طریقے سے ہو، بلکہ اگر اسے یہ بات بتا دی جائے کہ ’’عین ممکن ہے کہ وقف فنڈ چندہ نہ ہونے کی صورت میں تلافی نہیں کرے گا، یا کسی وقت فنڈ تحلیل ہوگیا تو بھی اس کے نقصان کی تلافی نہیں کی جاسکے گی‘‘، جیسا کہ ’’تکافل کی شرعی حیثیت‘‘ میں لکھا کہ:

’’اگر فنڈ تحلیل ہوگیا تو تمام کلیمز (Claims) ادا (Pay) کرنے کے بعد سرپلس، چندے اور واجب الوصول رقوم خیراتی مقاصد میں خرچ ہوں گی، جس میں شریعہ بورڈ سے مشاورت ضروری ہوگی، جہاں تک وقف رقم ہے، تو وہ ایسے مقصد میں دی جائے گی جو ختم ہونے والا نہ ہو، شیئر ہولڈرز ان رقوم میں سے کسی رقم کے مستحق نہیں ہوں گے، تحلیل کے وقت آپریٹر متعلقہ اخراجات وصول کرسکتا ہے‘‘۔

(تکافل کی شرعی حیثیت، ص:۱۱۰، ادارۃ المعارف، کراچی)

تو وہ ہرگز پالیسی لینے کے لئے تیار نہ ہوگا۔ (تو اس وقت اچھی طرح اندازہ ہوجائے گا کہ پالیسی ہولڈر وقف وغیرہ کو فنڈ دینے سے کوئی غرض نہیں رکھتا، اس کی تو اپنی اغراض ہیں)۔

بلکہ اس سے بھی آگے بڑھ کے اس کو تو یقین دہانی کروائی جاتی ہے کہ وہ اپنے نقصان کی تلافی کے لئے باقاعدہ قانونی حق رکھتا ہے (چاہے مجوزین حضرات اس کی کوئی تاویل کرتے رہیں) اور اس کے لئے (کہ ہر حال میں پالیسی ہولڈر کے نقصان کی تلافی کرنی ہے) کمپنی نے اپنے وضع کردہ نظام میں باقاعدہ یہ شق رکھی ہے کہ ’’وقف فنڈ خالی ہونے کی صورت میں کمپنی اس فنڈ کو قرضۂ حسنہ دے گی‘‘ (تاکہ پالیسی ہولڈرز کے نقصان کی تلافی ہر حال میں کی جاسکے)۔ جیسا کہ ’’تکافل کی شرعی حیثیت‘‘ میں آپریٹر کی ذمہ داریاں (Obligations) کے عنوان کے تحت لکھا ہے کہ:

’’فنڈ میں کمی کی صورت میں آپریٹر فنڈ کو قرضِ حسنہ دے گا‘‘

اور اس سے کچھ ہی آگے ’’فنڈ (PTF) کی آمدنی اور اخراجات (Income,Outgo)‘‘ کے عنوان کے تحت لکھا ہے کہ:

’’پول کے فنڈ میں خسارے (Deficit) کی صورت میں وکیل سے حاصل شدہ

قرضِ حسنہ''۔ (ص:۱۱۰،۱۱۱)

چنانچہ دیکھ لیا جائے کہ چندہ دینے والا کس بنیاد پر چندہ دے رہا ہے اور چندہ لینے والا (شخصِ قانونی) مشروط طور پر چندہ وصول کر کے نقصان کی تلافی کرتا ہے اور باقاعدہ چندے کی بنیاد پر تلافی کرتا ہے تو کیا یہ معاملہ عقدِ معاوضہ سے نکل جائے گا؟

چنانچہ چندہ اور نقصان کی کمی بیشی ''ربا'' بنی اور تلافی کے غیر یقینی ہونے کی بنا پر یہ معاملہ ''قمار'' بنا۔

د: نیز پالیسی ہولڈر چندہ دیتے وقت (اصلاً) اس شرط سے چندہ دیتا ہے کہ اس کو کوئی نقصان ہوگا تو وقف فنڈ اس کا نقصان پورا کرے گا اور چونکہ اس کو نقصان پہنچنا یقینی نہیں، بلکہ موہوم ہے تو موہوم نقصان کی تلافی کی شرط سے وقف فنڈ کو چندہ دینا شرط فاسد ہے۔ اس جگہ اگر کوئی کہے کہ: ''ہبہ اور ہدیہ وغیرہ شرط فاسد سے فاسد نہیں ہوتا، بلکہ خود شرط، فاسد ہو جاتی ہے اور ہبہ درست ہو جاتا ہے اور پالیسی ہولڈر اس بنیاد پر اپنے نقصان کی تلافی کا مطالبہ نہیں کر سکتا، بلکہ اس کے نقصان کی تلافی تو قواعد وقف کی وجہ سے کی جاتی ہے جو کہ ایک دوسرا معاملہ ہے''۔

تو اس کے جواب میں کہا جائے گا کہ اتنی بات تو ٹھیک ہے، لیکن اس بنیاد پر چندہ جمع کروانے کے بعد جب نقصان کی تلافی کروالی جائے تو سارا معاملہ ایک بَن کے فاسد ہو جائے گا، مثلاً: زید نے بکر کو اس شرط فاسد پر پچاس تولے سونا قرض دیا کہ واپسی پر پچپن تولہ واپس لے گا، اب بوقت واپسی زید نے اگر پچاس تولہ سونا ہی لے لیا تو پہلی تقدیر کے مطابق اتنا معاملہ تو ٹھیک ہو جائے گا اور شرط فاسد ہو جائے گی، لیکن اگر بکر نے پچپن تولے دیئے اور زید نے لے لئے تو یہ سارا معاملہ ایک بَن کے فاسد ہو جائے گا اور سود کہلائے گا، یہاں کوئی بھی نہیں کہے گا کہ: ''چونکہ پچاس تولہ دینے کا معاملہ درست تھا اور شرط فاسد ہو چکی تھی، اس لئے واپسی پر جو پانچ تولے زائد دیا گیا، وہ اس شرط کے تحت داخل ہی نہیں ہوتا، بلکہ وہ ایک نیا ہبہ ہے''۔

خلاصہ کلام!

یہ کہ تکافل کے تحت ہونے والا یہ معاملہ پالیسی ہولڈر اور وقف فنڈ کے درمیان عقدِ معاوضہ کی حیثیت رکھتا ہے، جو کہ سود اور قمار پر مشتمل ہے۔

ہ: نیز اسے برادریوں کے درمیان بنائے جانے والے باہمی امدادی فنڈوں کے مشابہ قرار دیا جاتا ہے، جیسا کہ ''تکافل انشورنس کا اسلامی طریقہ'' میں لکھا ہے کہ:

> ''اسے ناجائز کہنے کی کوئی وجہ نہیں، یہ ایسا ہے جیسا کہ عام طور پر مختلف برادریوں میں اس طرح فنڈز بنائے جاتے ہیں، لہذا اس کو عقدِ معاوضہ کہنا درست نہیں''۔ (ص:۱۵۰)

حالانکہ تکافل اور برادریوں کے امدادی فنڈوں کے درمیان کھلا تضاد اور فرق ہے، ملاحظہ ہو:

۱...... برادریوں کے امدادی فنڈ سے استفادہ کرنے والے محض اغنیاء نہیں ہوتے، بلکہ حادثات کا شکار ہونے والے تمام افراد ان فنڈوں سے مستفید ہو سکتے ہیں۔

۲...... برادریوں میں مبتلیٰ بہ افراد کی امداد ان کے جمع کروائے گئے چندوں کی بنیاد پر نہیں ہوتی کہ جو کم چندہ جمع کرواتا ہے اس کی کم امداد کی جاتی ہے اور جو زیادہ چندہ جمع کرواتا ہے تو اس کی زیادہ امداد کی جاتی ہے، جیسا کہ تکافل میں ہوتا ہے۔

۳...... برادریوں میں قائم کئے جانے والے فنڈز کا قیام باہمی اخوت کی بنیاد پر ہوتا ہے، فنڈز سنبھالنے والوں کا اس سے کوئی ذاتی مفاد وابستہ نہیں ہوتا، جبکہ تکافل پالیسیاں تو وجود میں آتی ہی اسی لئے ہیں، جیسا کہ تکافل کمپنیوں کے متولی اور ڈائریکٹرز پہلے فنڈ بناتے ہیں، پھر پالیسیاں شروع کرتے ہیں، چنانچہ ڈائریکٹرز مضارب بن کر یا وکیل بن کر باقاعدہ نفع کماتے ہیں۔

۴...... برادریوں کے امدادی فنڈ میں تمام ارکان باہمی امداد اور ایک دوسرے کی بھلائی و خیر خواہی کو مدنظر رکھ کے چندہ جمع کرواتے ہیں، جبکہ تکافل میں حصہ لینے والے کو اس سے کوئی سروکار نہیں ہوتا کہ کسی دوسرے کو کچھ مل رہا ہے یا نہیں، بلکہ اس کو تو اپنے جمع کروائے گئے مال سے زیادہ ملنا چاہئے اور بس!!۔

تیسری خرابی:

نظام تکافل میں اولاً کمپنی قائم کی جاتی ہے (جو شخصِ قانونی ہے) پھر ڈائریکٹرز کچھ مال وقف کر کے فنڈ قائم کرتے ہیں اور واقفین ہونے کے اعتبار سے وقف کے قوانین متعین کرتے ہیں (یہ وقف فنڈ بھی شخصِ قانونی ہے) پھر کمپنی پالیسی ہولڈرز کا مال اور اسی طرح وقف فنڈ کا فنڈ مضاربت میں استعمال کرتی ہے، چنانچہ وقف فنڈ ''رب المال'' ہوا اور کمپنی ''مضارب''۔ اس کے ساتھ ساتھ کمپنی وقف فنڈ کی دیکھ بھال بھی کرتی ہے، بلکہ جملہ معاملات سنبھالتی ہے، تو یہ ''متولی'' بھی ہوئی۔ مطلب: ''رب المال'' بھی شخصِ قانونی، مضارب'' بھی شخص قانونی اور ''متولی'' بھی شخص قانونی۔

(ملخص از تکافل کی شرعی حیثیت، ص: ۷۸، ۷۹، ادارۃ المعارف)

اب خارج میں دیکھیں تو ان قانونی اشخاص کو وجود دینے والے حقیقی افراد ہی کے ذریعے یہ فرضی اشخاص کام کرتے ہیں اور تمام منافع انہی (حقیقی افراد) کی تجوریوں میں جمع ہوتے ہیں تو حقیقت میں جو ڈائریکٹر (حقیقی اشخاص) موجود ہیں، جنہوں نے یہ سارا سرکل چلایا تو ہر قسم کے حقوق انہی کی طرف لوٹنے چاہئیں، نتیجتاً انہی حقیقی افراد پر رب المال اور مضارب ہونے کی نسبت صادق آئے گی۔
مزید وضاحت کے لئے سمجھیں کہ مجوزین حضرات کے بقول ''وقف فنڈ'' شخصِ قانونی ہے اور ''کمپنی'' بھی

شخصِ قانونی ہے جو فرضی ،معنوی، اعتباری، بے جان، گونگا اور بہرا ہوتا ہے، اس کی طرف حقوق اور ذمہ داریاں لوٹتی ہیں، البتہ ان حقوق اور ذمہ داریوں کی ادائیگی اور معاملات وغیرہ طے کرنے کے لئے ان کو حقیقی اشخاص کی احتیاج ہوتی ہے، جو شخص ان ذمہ داریوں وغیرہ کو ادا کرتا ہے اسے ''متولی'' کہتے ہیں، چنانچہ خارج میں یعنی حقیقی اعتبار سے کمپنی جو خود بھی شخصِ قانونی ہے، وہ دوسرے شخصِ قانونی یعنی ''وقف فنڈ'' کی متولی نہیں بن سکتی، بلکہ ان دونوں کے متولی ڈائریکٹرز بنیں گے جو اشخاص حقیقی ہیں، کیونکہ عقد کے کرنے والے کا ذوی العقول میں سے ہونا شرط ہے، ملاحظہ ہو:

''شرائط الانعقاد فأنواع...... أما الذی یرجع الی العاقد فنوعان، أحدهما: أن یکون عاقلاً، فلاینعقد بیع المجنون والصبی الذی لایعقل؛ لأن أهلیة المتصرف شرط انعقاد التصرف، والأهلیة لایثبت بدون العقل، فلایثبت الانعقاد بدونه...... والثانی: العدد فی العاقد، فلایصلح الواحد عاقداً من الجانبین فی باب البیع إلا الأب''. (بدائع الصنائع، کتاب البیوع، فصل فی شروط الرکن: ۵/۵۳۳،۵۳۷، دارالکتب العلمیة) (وکذا فی حاشیة ابن عابدین، کتاب البیوع، مطلب شرائط البیع:۷/۱۳، دارالمعرفة بیروت)

"ویشترط فی العاقدین کونهما عاقلین، یعرفان النفع والضرر ویباشران العقد علی بصیرة وتثبت"

(حجة اللّٰه البالغة، من أبواب ابتغاء الرزق:۲/۱۹۱، دار الکتب العلمیة)

ان عبارات کا مفہوم یہ ہے کہ عاقدین (معاملہ کرنے والوں) کا عاقل، نفع ونقصان کو جاننے والا اور صاحب بصیرت ہونا ضروری ہے اور ظاہر ہے کہ شخص قانونی میں ان صفات کا پایا جانا ناممکن ہے، جس کی بناء پر تمام معاملات حقیقت میں ڈائریکٹرز ہی سرانجام دیتے ہیں، چنانچہ وہ ڈائریکٹرز جب ایک شخصِ قانونی کو ''رب المال'' اور دوسرے شخص قانونی کو ''مضارب'' بناتے ہیں (اس حال میں کہ ان دونوں کے متولی وہ خود ہوتے ہیں) تو نفس الامر میں وہ خود ہی عقد کے دونوں پہلو ''رب المال اور مضارب'' بنتے ہیں، اس لئے کہ ڈائریکٹرز حضرات ہی کمپنی اور وقف فنڈ دونوں کی نمائندگی کرتے ہیں، گویا وہ یوں کہتے ہیں کہ (وقف فنڈ کی طرف سے) ہم مال، مضاربت کے لئے دیتے ہیں اور (کمپنی کی طرف سے) ہم مال، مضاربت کے لئے وصول کرتے ہیں، دوسری طرف عام طور پر ان ڈائریکٹرز کو ہی کمپنی بھی کہا جاتا ہے، نتیجتاً ایک ہی فرد (حقیقی) خود ہی رب المال ٹھہرا اور خود ہی مضارب، جس کا شریعت میں کوئی تصور نہیں ہے۔

چوتھی خرابی:

جس طرح کوئی بھی پالیسی ہولڈر اپنا کسی بھی قسم کا تکافل کرواتا ہے، اسی طرح ہر تکافل کمپنی کے لئے بھی ضروری ہوتا ہے کہ وہ بھی اپنا تکافل کروائے، جس کو ''ری تکافل'' (Re-Takaful) کہا جاتا ہے، یہ ہر کمپنی کے لئے قانوناً لازمی ہے، ایسا ممکن نہیں ہے کہ کوئی کمپنی اپنا تکافل نہ کروائے، ری تکافل کمپنیوں کی اہمیت اور ضرورت کے بارے میں مجوزین حضرات کا ہی ایک اقتباس ملاحظہ فرمائیں:

> ''ہر انشورنس کمپنی اپنے خطرات کا کچھ حصہ دوسری انشورنس کمپنی کے پاس انشور کرواتی ہے، مثلاً: اسّی فیصد اپنے پاس رکھ کر بیس فیصد حصہ کی انشورنس دوسری کمپنی کے پاس کرواتی ہے، اس کے نتیجے میں کسی پالیسی ہولڈر کو خطرہ پیش آنے کی صورت میں اس کو ادا کی جانے والی رقم کا اسّی فیصد حصہ انشورنس کمپنی خود برداشت کرتی ہے اور بیس فیصد حصہ ری انشورنس کمپنی برداشت کرتی ہے، پریمیم کی مقدار مناسب رکھنے اور خطرات کو پھیلا کر نقصان کی تلافی کو یقینی بنانے کے لئے، ری انشورنس کا جزء لازم سمجھا جاتا ہے اور قانوناً بھی لازم ہے، اس کے بغیر لائسنس جاری نہیں ہوتا، تکافل کمپنی بھی اس ضرورت اور قانون سے بالاتر نہیں ہے، البتہ تکافل کمپنی، ری تکافل کروانے کی صورت میں گویا اپنے پاس جمع ہونے والے فنڈ کو ایک دوسرے تکافل کا حصہ بنائے گی اور یوں دو تکافل وجود میں آئیں گے: ایک افراد کے درمیان اور دوسرا تکافل کمپنی اور ری تکافل کمپنی کے درمیان''۔
>
> (تکافل کی شرعی حیثیت، ص:۱۱۴)

پھر آگے چلتے ہوئے اسی کتاب میں لکھا ہے کہ:

> ''جو اصول تکافل کے لئے درکار ہیں، وہی اصول ری تکافل کو بھی چلاتے ہیں''۔
>
> (تکافل کی شرعی حیثیت، ص:۱۱۵)

نیز ایک اور جگہ لکھا ہے کہ:

> ''جس طرح تکافل کے دو ماڈل ہیں: وقف ماڈل اور تبرع ماڈل، اسی طرح ری تکافل بھی وقف کی بنیاد پر بھی ہوسکتی ہے اور تبرع کی بنیاد پر بھی ہوسکتی ہے، تاہم عالمی سطح پر تبرع کی بنیاد پر تکافل کا کام پہلے شروع ہوا ہے، اس لئے تبرع کی بنیاد پر کام کرنے والی ری تکافل کمپنیاں تو وجود میں آچکی ہیں، البتہ وقف کی بنیاد پر کام کرنے والی کوئی ری تکافل کمپنی عملاً وجود میں نہیں آئی، امید ہے کہ مستقبل قریب میں وجود میں آجائے گی''۔ (تکافل انشورنس کا اسلامی طریقہ، ص:۱۳۷)

خلاصہ کلام:

ا...... ہر تکافل کمپنی کے لئے اپناری تکافل کمپنی سے تکافل کروانا قانوناً لازمی ہے۔

۲......اب تک وجود میں آنے والی کوئی ری تکافل کمپنی وقف کی بنیاد پر نہیں ہے۔

۳......ری تکافل کمپنی کا مقصد کاروباری نقطہ نگاہ سے:

الف: تکافل فنڈ کے ساتھ رسک (خطرات) کو شیئر کرنا ہے، تاکہ رسک شیئر ہو جائے اور نقصان کی صورت میں کوئی ایسی صورت حال پیدا نہ ہو جس میں تکافل فنڈ دیوالیہ ہو جائے اور تکافل ممبرز کا مفاد خطرے میں پڑ جائے۔

ب: ری تکافل کا ایک کام یہ بھی ہے کہ وہ مجموعی رقم کو انوسٹ کرکے انوسٹمنٹ کا دائرہ بڑھائے اور سرپلس (بچت) میں زیادہ اضافہ ہو۔

ج: ری تکافل کمپنی انڈر رائیٹنگ فلیکسبلٹی (Underwriting Flexibility) یعنی رسک کو قبول کرنے کی لچک اور سہولت مہیا کرتی ہے اور تکافل کمپنی کو مالی سہارا دیتی ہے، تاکہ وہ مستحکم ہو اور مارکیٹ میں مروجہ کمپنیوں کے ساتھ مقابلہ کر سکے۔

د: ری تکافل کمپنی یہ بھی کر سکتی ہے کہ کمی کی صورت میں ری تکافل شیئر ہولڈرز فنڈ سے تکافل کو قرض حسنہ دے، تاکہ وہ اس سے اپنے مقاصد اور ضروریات پوری کر سکے۔

(تکافل کی شرعی حیثیت، ص:۱۱۵،۱۱۶)

نیز ''تکافل انشورنس کا اسلامی طریقہ'' میں لکھا ہے کہ ''اگر ری تکافل کا سہارا نہ لے اور خود سارا رسک کور کرے تو اسے پریمیم زیادہ لینا ہوگا، اگر وہ اس طرح نہ کرے تو مارکیٹ کا مقابلہ نہ کر سکے گی۔ (ص:۱۳۷)

مذکورہ تفصیل کے بعد یہ بات بہت حد تک کھل کے سامنے آجاتی ہے کہ ایک طرف تو نظریۂ تکافل کے لئے احادیث مبارکہ اور صحابہ کرامؓ کے واقعات سے استدلال اور دوسری طرف مذکورہ خط کشیدہ عبارتیں کیا منظر پیش کر رہی ہیں؟!۔ مذکورہ مقاصد پر نظر ڈالنے سے ہر شخص محسوس کر سکتا ہے کہ مقصود کاروبار اور اپنی تجارت کو فروغ دینا ہے اور بس۔

دوسری بات: ابھی تک کوئی بھی ری تکافل کمپنی وقف کی بنیاد پر وجود میں نہیں آسکی ہے، بلکہ جن ری تکافل کمپنیوں سے تکافل کمپنیاں اپنا تکافل کرواتی ہیں، وہ تبرع کی بنیاد پر کام کر رہی ہیں، اور تبرع کی بنیاد کو خود ہمارے مجوزین حضرات پوری طرح رد کر چکے ہیں، کیونکہ تبرع کی بنیاد صحیح اسلامی متبادل پیش نہیں کر سکتی، ذیل میں خود مجوزین کی طرف سے ان تکافل کمپنیوں پر کئے جانے والے اشکالات پیش کئے جاتے ہیں، جو تبرع کی بنیاد پر چل رہی ہیں:

''۱......اس صورت میں تکافل بھی مروجہ بیمہ کی طرح عقدِ معاوضہ بن جائے گا اور غرر وربا جیسے مفاسد اس میں مؤثر ہو جائیں گے۔

۲......چندہ کی رقم چندہ ہندہ کی ملکیت سے نہ نکلنے کی وجہ سے شرعی ضابطہ کے مطابق اس کی زکاۃ چندہ دہندہ پر واجب ہونی چاہئے۔

۳......چندہ دہندہ کے انتقال کی صورت میں دیا ہوا پیسہ اس کے ترکہ میں شمار ہونا چاہئے۔

۴......نیز جب پول کا احسان چندہ دہندہ کے احسان کے ساتھ مشروط ہوگا اور دونوں پر اپنا اپنا احسان لازم ہے تو یہ ''جبر فی التبرع'' ہوگیا، یعنی زبردستی کا احسان، جس کا باطل ہونا ظاہر ہے۔ چنانچہ زیادہ تر لوگوں کو تکافل کے بارے میں یہی اشکال رہتا ہے۔ اس کے علاوہ بھی تبرع کی صورت میں پیچیدگیاں (Complications) ہیں، جن کا جواب اور حل کوئی آسان کام نہیں''۔

(تکافل کی شرعی حیثیت، ص:۸٦، ادارۃ المعارف)

مذکورہ خرابیوں کی وجہ سے (اور بقول انہی کے اور بہت سی خرابیوں کی وجہ سے) وقف کی بنیادوں پر تکافل کا نظام وضع کیا گیا اور ان (تبرع کی) بنیادوں پر چلنے والے تکافل میں شرکت کو ناجائز کہا گیا، لیکن جب مجوزین حضرات خود پھنسے، وہاں ان حضرات نے مجبوری اور ضرورت کے نام سے خود اسی نظام کو اختیار کرلیا، چنانچہ ''تکافل کی شرعی حیثیت'' میں لکھا ہے کہ:

''خلاصہ یہ کہ تکافل کمپنیوں کے لئے مروجہ ری انشورنس (کمپنیوں) سے انشورنس کی سہولت لینا جائز نہیں، بلکہ کسی ری تکافل کمپنی کو اختیار کریں، گو اس کی تعداد فی الحال کم ہے، نیز! ری (تکافل) کمپنیاں زیادہ تر تبرع پر مبنی (Based) ہیں، وقف پر نہیں، تاہم فی الحال بدرجہ مجبوری اس کو برداشت کیا جاسکتا ہے، کیونکہ تبرع بیسڈ تکافل کے جواز کی بڑی تعداد علماء میں سے قائل ہے اور بہت سے اسلامی ممالک میں یہی ماڈل زیرِعمل ہے''۔ (ص:۱۲۰)

ایک اور جگہ سوال کے جواب کو ملاحظہ فرمائیں:

''سوال: ہمارے ہاں زیادہ تر تکافل کمپنیاں وقف ماڈل ہیں، ری تکافل کمپنیاں مثلاً: سوس ری وغیرہ فی الحال اس بنیاد پر قائم نہیں، تو کیا ان ری تکافل کمپنیوں کی پالیسی لینے کی گنجائش ہے؟

جواب: جی ہاں! کیونکہ قانونی مجبوری ہے''۔ (ص:۱۲۱)

لیجئے! اب خود ہی دیکھ لیا جائے، مزید کچھ تبصرہ کرنے کی ضرورت نہیں رہ جاتی کہ جس چیز کو مجوزین حضرات کل تک خود غلط کہہ رہے تھے اور اس کی شرعی خرابیاں گنواتے ہوئے اس کو مسترد کرچکے

تھے اور باقاعدہ اس کے مقابل نیا نظام ترویج دے رہے تھے، جب اس میں خود ملوث ہونا پڑ رہا ہے تو اسے مجبوری کا نام دے کر جائز قرار دے دیا، ٹھیک ہے کہ بہت سارے ممالک میں اس بنیاد پر ''تکافل'' یا ''ری تکافل'' کمپنیاں موجود ہیں، لیکن مجوزین کے نزدیک تو وہ پوری بنیاد شرعی تقاضوں کو پورا نہیں کرسکتی نا! تو پھر مجبوری کے نام سے ان کے ساتھ معاملہ کرنے کی اجازت دے دینے سے ان مفاسد سے بچاؤ ہوجائے گا؟ یا ان کو شرعاً برداشت کرلیا جائے گا؟ جن کو خود مجوزین حضرات شمار کرواکے اس نظام کو مسترد کرچکے ہیں، نیز! یہ مجبوری آیا وہ مجبوری بھی ہے کہ جس میں کسی قدر گنجائش کا حصول ممکن ہو، یہ مقام بھی اہل علم حضرات کے لئے غور طلب ہے۔

لہذا ری تکافل کمپنیوں سے تکافل کمپنیوں کا تکافل کروانا جائز نہیں ہے اور اگر ری تکافل کمپنیاں وقف کی بنیاد پر بھی ہوں تو بھی ان میں وہ تمام خرابیاں موجود ہیں جو پیچھے تفصیل سے ذکر کی جاچکی ہیں۔

اس سے ہٹ کر ''تکافل کی شرعی حیثیت'' میں ذکر کردہ یہ عبارت کہ ''ری تکافل کمپنی یہ بھی کرسکتی ہے کہ کمی کی صورت میں ری تکافل شیئر ہولڈرز فنڈ سے تکافل کو قرض حسنہ دے، تاکہ وہ اس سے اپنے مقاصد اور ضروریات پوری کرسکے'' مضاربت فاسدہ کو بھی بتارہی ہے۔ (اس کی تفصیل آگے آرہی ہے)

ذکر کردہ تعبیر ظاہر کررہی ہے کہ ''ری تکافل کمپنی قرض دینے کی پابند نہیں'' تاکہ یہ اشکال نہ ہوسکے کہ کمپنی نے رقم دو اغراض کے لئے لی تھی:

۱......انوسٹمنٹ کے لئے، تاکہ سرپلس میں اضافہ ہو۔

۲......متوقع نقصانات کی صورت میں قرض حسنہ فراہم کرنے کے لئے، جیسا کہ ماقبل میں لکھا تھا کہ ''پریمیم کی مقدار مناسب رکھنے اور خطرات کو پھیلاکر نقصان کی تلافی کو یقینی بنانے کے لئے (جو قرض دینے کی صورت میں ہی ممکن ہے) ری انشورنس کو انشورنس کے لئے یا ری تکافل کو تکافل کے لئے جزو لازم سمجھا جاتا ہے اور قانوناً بھی یہ لازم ہے اور اس کے بغیر لائسنس بھی جاری نہیں ہوتا''۔ غرض یہ کہ ری تکافل کمپنی کا بظاہر مقصدِ اصلی ممکنہ نقصان میں قرض حسنہ کی فراہمی کی صورت پیدا کرنا ہے۔

اشکال کی صورت یہ ہے کہ جب تکافل کمپنی نے ری تکافل کو ۲۰ رفیصد دیا تو یہ رب المال بنی اور ری تکافل مضارب بنی، چنانچہ مضارب نے ایک طرف تو رب المال کا ۲۰ رفیصد انوسٹ کیا اور دوسری طرف ممکنہ نقصان کی تلافی کے لئے قرض حسنہ بھی فراہم کررہی ہے، تو یہ التزام عقدِ مضاربت میں شرطِ فاسد ہے، جس سے مضاربت فاسد ہوجائے گی۔

اس اشکال سے بچنے کے لئے یہ تعبیر اختیار کی گئی کہ ''ری تکافل کمپنی یہ بھی کرسکتی ہے......'' حالانکہ ری تکافل کمپنی کا مقصد وموضوع ہی یہی ہے کہ وہ ممکنہ نقصانات میں تکافل کمپنی کی مدد کرسکے،

کیونکہ سوچنے کی بات ہے کہ تکافل کمپنی تو خود اپنے پالیسی ہولڈرز کے سرمایہ میں سے ۸۰ ر فیصد انوسٹمنٹ کرتی ہے، ری تکافل کمپنی کو ۲۰ ر فیصد دینے کا مقصد ہی یہی ہوتا ہے کہ متوقع خطرات سے نمٹا جاسکے، بہر حال اتنی بات تو یقینی ہے کہ ری تکافل کمپنی نقصان کی صورت میں قرض دے گی اور دیتی ہے۔ (ورنہ تو تکافل کمپنی کا اس سے اپنا تکافل کروانا کچھ معنی نہیں رکھتا) اور یہ ایسا اقدام ہے جس سے مضاربت فاسد ہوجاتی ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

پانچویں خرابی:

ایک اور غور طلب پہلو تکافل کمپنیوں کا ایڈمن فیس اور ایلوکیشن فیس لینے کا بھی ہے، جس کی تفصیل یہ ہے کہ آنے والے پالیسی ہولڈر سے وصول شدہ رقم میں سے اس کی کل رقم کا ایک بہت بڑا حصہ ایلوکیشن فیس کے نام سے کاٹ لیا جاتا ہے، جس کی مقدار مختلف قسم کے تکافل میں مختلف ہوتی ہے، مثلاً: ۸۰ ر فیصد، ۸۵ ر فیصد، ۹۰ ر فیصد وغیرہ۔ پھر اگلے سال ۲۰ ر فیصد اور اس سے اگلے سال ۱۰ ر فیصد ایلوکیشن فیس کے نام سے کاٹ لی جاتی ہے، یہ ساری فیس تکافل کمپنی کے ایجنٹ اور ذمہ داران کمپنی کی ملکیت ہوتی ہے، دوسری طرف دیکھا جائے تو اس جگہ (تکافل میں) اور انشورنس میں کوئی فرق نہیں رہ جاتا، وہاں بھی پہلی قسط کا ایک بڑا حصہ کمپنی کے ایجنٹ کا ہوتا ہے، اس کے بارے میں یہ کہا جاتا تھا کہ انشورنس میں یہ ظلم ہوتا ہے کہ پہلی پوری قسط پوری کی پوری ایجنٹ کی جیب میں چلی جاتی ہے، لیکن جب اس کا متبادل نظام تکافل وجود میں آیا، تو وہاں بھی مختلف فیسوں کے نام سے پہلی قسط کا اکثر حصہ کمپنی کی ملکیت میں چلا جاتا ہے۔

اگر دیکھا جائے تو یہ (تکافل کے پیش کردہ نظریئے۔ ''جس کی تقویت کے لئے قرآن پاک، احادیث مبارکہ اور صحابہ کرامؓ کے واقعات پیش کئے جاتے ہیں اور بتلایا جاتا ہے کہ یہ نظام محض ہمدردی اور بھائی چارے اور برادریوں میں قائم کئے جانے والے باہمی امدادی فنڈوں کی بنیاد پر ہے،، کی وجہ سے) پالیسی ہولڈر کے ساتھ زیادتی ہے، وہ اس طرح کہ اگر کوئی پالیسی ہولڈر پہلی قسط جمع کروانے کے بعد کسی وجہ سے تکافل کمپنی کو چھوڑنا چاہے تو قواعد وضوابط کے مطابق اسے صرف وہ رقم ملتی ہے جو اس کی انوسٹمنٹ کھاتے میں جمع ہو، یا اس رقم سے کی گئی سرمایہ کاری سے حاصل ہونے والا نفع، وہ اس طرح کہ تکافل کرواتے ہی مثلاً: ۸۵ ر فیصد رقم تو ایلوکیشن فیس کے نام سے پہلے ہی الگ کرلی گئی، باقی رقم میں سے کچھ مقدار وقف فنڈ میں ڈال دی گئی، چنانچہ یہ دونوں رقمیں تو واپس نہیں ہوسکتیں، ایک تو کمپنی کا حق تھی، اس لئے اور دوسری اس کی ملکیت سے نکلنے اور وقف کی ملکیت میں چلی جانے کی وجہ سے اور بقیہ رقم میں سے بھی ہر ماہ ڈیڑھ فیصد ایڈمن فیس کاٹی جاتی ہے، لہذا یہ ''واپس ہونے والا پالیسی ہولڈر،، جتنی دیر کرتا جائے گا اتنی رقم اس کی کم ہوتی جائے گی، تو پالیسی ہولڈر کے ہاتھ کیا آئے گا؟ سوائے اس بات کے کہ وہ

اس جگہ سے بھی ذہن لے کر نکلے گا کہ انشورنس کے متبادل پیش کیا جانے والا نظام (تکافل) بھی انشورنس ہی کی طرح لوگوں کی جیبیں خالی کرنے والا نام نہاد اسلامی نظام ہے۔

اس وقت بڑی سادگی سے کمپنی والے یہ کہتے نظر آتے ہیں کہ ہم تو یہ سب کچھ پہلے سے ہی بتادیتے ہیں ناجائز اور برا تو تب ہوتا جب کوئی بات پوشیدہ رکھی جاتی۔سوال یہ ہے کہ کیا اس طرح علی الاعلان بتلاکر، لوگوں کا مال مختلف طریقوں سے حاصل کرنا درست ہوجائے گا؟ بالخصوص اس وقت جب انشورنس کے نظام کو ختم کرنے کے لئے نظام تکافل کی بنیاد ہی کچھ اور رکھی گئی ہو؟ اس حال میں کہ فقہاء کی طرف سے کئی معاملات کو محض اس وجہ سے ناجائز قرار دے دیا جاتا ہے کہ اس میں کسی ایک فریق کو نقصان پہنچتے ہوئے دوسرے کو نفع ہی نفع حاصل ہورہا ہوتا ہے۔

یہ چند باتیں اہل علم حضرات کے سامنے بطور تمہید ذکر کی گئی ہیں، تاکہ اس موضوع کے ہر گوشے پر سوچتے ہوئے پختہ بنیادوں پر عوام کے سامنے کوئی راہِ عمل پیش کی جاسکے۔

اس صورت میں اس بات سے کسی طرح مفر نہیں ہوسکتا کہ صحیح صورت صرف اور صرف اسلام کے حقیقی اور ابدی نظامِ کفالتِ عامہ کا احیاء اور اس کو رواج دینا ہے اور بس۔اسلامی نظامِ کفالت عامہ کی بڑی خصوصیت یہ ہے کہ اس کا بنیادی مقصد اپنے مستقبل کے خطرات کا تحفظ، نقصانات کی تلافی اور اپنے خزانے کو بڑھانا نہیں ہوتا اور نہ ہی اس کو بطور کاروبار اختیار کرنا ہوتا ہے، بلکہ اس نظام کا خاصہ اور شعار یہ ہے کہ اس معاشرے کے تمام افراد باہم ایک دوسرے کے مددگار ومعاون ہوتے ہیں اور بوقتِ ضرورت بلاکسی غرض ولالچ کے ضرورت مندوں اور مجبوروں کی حتی الوسع مدد کرتے ہیں، یہ نہیں کہ معاشرے کے مخصوص افراد کی مدد، مخصوص حالت میں، مخصوص مقدار میں کی جائے گی، (جیسا کہ انشورنس اور تکافل میں ہوتا ہے کہ جو جتنا چندہ یا فیس دے گا، صرف اسی کی اس کے بقدر مدد کی جائے گی، کسی اور کی نہیں) اسلام کے نظامِ کفالتِ عامہ کی بنیادی صورت اور خاکہ ماہ نامہ الفاروق کے شعبان ۱۴۳۲ھ بمطابق جولائی ۲۰۱۱ء کے شمارے میں پیش کیا جاچکا ہے۔

☆☆...☆☆

شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالغنیؒ

محمد اعجاز مصطفیٰ

۲۷/ذوالقعدہ۱۴۳۲ھ مطابق ۲۶/اکتوبر۲۰۱۱ء بروز بدھ، جمعیت علمائے اسلام کے مرکزی نائب امیر، جامعہ اسلامیہ بائی پاس روڈ چمن کے شیخ الحدیث والتفسیر، سابق رکن قومی اسمبلی اور صوبہ بلوچستان کی ہر دلعزیز شخصیت حضرت مولانا الحاج عبدالغنیؒ حسب معمول صبح نو بجے اپنے گھر سے جامعہ اسلامیہ میں حدیث نبوی کی تدریس کے لئے جاتے ہوئے روڈ ایکسیڈنٹ کے حادثہ میں شہید ہوگئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون، **ان للہ ما اخذ ولہ ما اعطی وکل شیئ عندہ باجل مسمی۔**

زمانہ حال قحط الرجال کا زمانہ ہے، ورع وتقویٰ ہو یا دیانت وامانت، علمی وعملی پختگی ہو یا دینی ومسلکی تصلب، خدمت خلق کا جذبہ ہو یا عامۃ الناس کی دینی ودنیوی راہنمائی، ہر اعتبار اور ہر جہت سے جو شخصیت اس دنیا سے جارہی ہے، اس کی جگہ لینے والی شخصیت اس کے عشر عشیر کو بھی نہیں پہنچ رہی۔ زمین ایسے خدا ترسیدہ اہل اللہ سے خالی ہوتی جارہی ہے جن کے وجود مسعود سے یہ دنیا آفات وبلیات اور مسائل ومصائب سے محفوظ رہتی ہے۔

حضرت مولانا الحاج عبدالغنیؒ صوبہ بلوچستان کی ہر دلعزیز اور محبوب شخصیت تھی۔ آپؒ بلوچستان بھر کی ہر تقریب، ہر محفل اور ہر مجلس کے روح رواں اور صدر نشین ہوتے اور جہاں بھی آپؒ کو مدعو کیا جاتا، آپؒ وہاں ضرور تشریف لے جاتے۔ آپؒ کے صاحبزادہ حافظ محمد یوسف مدظلہ کا بیان ہے کہ ہر ایک کے لئے آپ کا دروازہ ہر وقت کھلا رہتا تھا، ہر طبقہ اور ہر قوم کے لوگ مسائل کے حل کے لئے آپ کے ہاں آتے، مشکل سے مشکل مسئلہ کو آپ چٹکیوں میں حل کردیتے۔ آپ کے ہاں مشکل مسئلہ نام کی کوئی چیز نہ تھی۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کے حلقے کی عوام نے آپ کو اپنا سچا خیر خواہ، مقتدا اور راہنما مانتے ہوئے دوبار آپ کو قومی اسمبلی کا رکن منتخب کیا۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالغنیؒ ۱۳۵۹ھ، مطابق ۱۹۴۰ء میں چمن اور بولدک کے درمیان

ریگستانی علاقہ کے ایک نہایت متقی اور زاہد انسان امیر عالم کے گھر میں پیدا ہوئے۔ آپؒ نے ابتدائی تعلیم چمن کے ایک بزرگ عالم قاضی محمد حنفیاءؒ سے حاصل کی۔ ۱۳ سال کی عمر میں آپؒ نے مولانا محمد نور صاحبؒ فاضل دیوبند کی سرپرستی میں درسی کتب کا آغاز کیا، دوسال یہاں تعلیم حاصل کی، اس کے بعد آپ نے مزید تعلیم کے لئے قندھار کا سفر کیا اور وہاں حضرت مولانا محمد صدیق صاحبؒ سے قطبی، شرح جامی اور بدیع المیزان وغیرہ کتب کا درس لیا، اس کے بعد کوئٹہ تشریف لائے اور یہاں حضرت مولانا عبدالعزیزؒ کی زیرنگرانی شرح الوقایہ، ہدایہ اولین، سلم العلوم، ملاحسن اور مولانا نور محمدؒ کے مدرسہ میں میرزاہد، ملاجلال، مختصر المعانی اور حسامی وغیرہ پڑھیں۔ آپؒ کی عمر مبارک اٹھارہ سال کی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو حج کی سعادت نصیب فرمائی۔ کم سنی میں حج کرنے کی بنا پر اہل چمن میں حاجی صاحب کے نام سے مشہور ہوئے۔ آپ کے استاذ حضرت مولانا نور محمدؒ نے آپ کو نصیحت کی کہ زمزم پیتے وقت "رب زدنی علماً" زیادہ پڑھنا۔ اس کی برکت تھی کہ آپ قوت حافظہ میں ممتاز مقام رکھتے تھے۔ اساتذہ کے مشورہ سے مزید تعلیم کے لئے آپ نے ایشیاء کی عظیم یونیورسٹی دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کا انتخاب کیا اور چار سال تک وہاں مقیم رہ کر اپنی علمی پیاس بجھاتے رہے۔ ۱۹۶۵ء میں آپؒ نے شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ اور مولانا عبدالحلیمؒ سے دورہ حدیث مکمل کر کے سند فراغ حاصل کی۔

تعلیم سے فراغت کے بعد پیر علی زئی کی مسجد ملکان میں امامت وخطابت سے عملی زندگی کا آغاز کیا، ۱۹۷۲ء میں آبائی شہر چمن کی مسجد میں امامت وخطابت اور درس وتدریس کا سلسلہ شروع فرمایا، اس دوران مختلف فنون کی کتب پڑھاتے رہے اور ۱۹۹۷ء میں بائی پاس روڈ سے متصل پانچ ایکڑ کے رقبے پر ایک عظیم دینی ادارہ جامعہ اسلامیہ کی بنیاد رکھی اور آج اسی جامعہ میں ابتدائی دینی تعلیم سے لے کر دورہ حدیث تک تمام درجات کی تعلیم ہوتی ہے۔ آپؒ کے ہاں دورہ حدیث میں شریک طلبہ کی تعداد پانچ سو سے زائد ہوتی تھی۔ جہاد افغانستان میں بھی آپ کا کردار قائدانہ تھا، مجاہدین ہوں یا طالبان سب ہی آپ کی خوبیوں کے معترف تھے، آپ ہمیشہ دینی جماعتوں اور تحریکوں کو اتحاد واتفاق کا درس دیتے۔

آپ کی شہادت کی خبر سنتے ہی آپ کے ہزاروں شاگرد اور عقیدت منداسی وقت جامعہ میں جمع ہونا شروع ہوگئے۔ ہر آنکھ اشکبار اور ہر دل آپ کی جدائی کے صدمہ سے مغموم تھا۔ صبح نو بجے سے سہ پہر چار بجے تک کے انتہائی قلیل وقت میں انسانوں کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر جمع ہوگیا تھا۔ ساڑھے چار بجے آپ کی نماز جنازہ ادا کی گئی، اور آپ کے صاحبزادے حافظ محمد یوسف صاحب مدظلہ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ آپ کے جنازہ میں علماء، صلحاء، طلبہ کے علاوہ ہر طبقہ اور جماعت کے لوگ شریک ہوئے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ حضرت مولانا مرحوم کی بال بال مغفرت فرمائے اور آپؒ کے پسماندگان، عقیدت مندوں اور شاگردوں کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین۔

بھائی واصف منظورؒ کی رحلت

۱۲محرم الحرام ۱۴۳۳ھ مطابق ۸/دسمبر ۲۰۱۱ء بروز جمعرات تبلیغی جماعت کی مرکزی شوریٰ کے رکن، حضرت مولانا سعید احمد خانؒ کے معتمد اور سفر وحضر کے ساتھی، پیر طریقت شیخ رضی الدین احمد فخریؒ کے خلیفہ، ہزاروں لوگوں کے مصلح اور شیخ، الحاج بھائی واصف منظورؒ کچھ عرصہ بیمار رہنے کے بعد راہی عالم آخرت ہوگئے۔ **انا للّٰہ و انا الیہ راجعون، ان للّٰہ ما اخذ و لہ ما اعطی و کل شیٔ عندہ باجل مسمی.**

بھائی واصف منظورؒ نیکی، تقویٰ طہارت، تزکیہ نفس اور امت کی اصلاح کی فکر میں اپنے اسلاف کی زندہ مثال تھے، آپ کی اصلاح اور تربیت سے لاکھوں لوگ راہ راست پر آ گئے، بے نمازی نمازی بن گئے، گناہوں میں ڈوبے ہوئے گناہوں سے تائب ہو گئے، من چاہی زندگی گزارنے والے ہر معاملہ میں دین وشریعت کی پابندی کرنے لگ گئے۔

بھائی واصف منظورؒ ۱۹۵۳ء میں کراچی میں پیدا ہوئے اور کراچی میں رہ کر تعلیم حاصل کی، اوائل جوانی میں ہی آپ نے مختلف علماء اور بزرگوں سے اصلاحی تعلق جوڑا، اور ان کے دروس اور بیانات میں شریک ہوا کرتے۔ آپؒ نے پیر طریقت شیخ رضی الدین احمد فخریؒ سے بیعت کی اور ان کے خلیفۂ مجاز ہوئے۔ جس کے بعد آپؒ کے دل میں دین پھیلانے کا جذبہ اور داعیہ پیدا ہوا، اور آپؒ نے اس کام کے لئے اپنے آپ کو تبلیغ سے منسلک اور وابستہ کرلیا، پھر ساری زندگی اس کام میں کھپا دی۔

آپؒ نے احسان وسلوک اور تصوف کے سلسلے کو بھی جاری رکھا، اس کے لئے جامع مسجد سی پی برار میں ہر منگل کو آپ کا اصلاحی بیان ہوتا، جس میں آپ کے مریدین، معتقدین اور کاروباری حضرات کے علاوہ مختلف شعبوں سے وابستہ لوگ کثیر تعداد میں شریک ہوا کرتے تھے۔ آپؒ اکثر اپنے بیان میں لوگوں کو معاشرتی مسائل کی اصلاح کی طرف متوجہ فرمایا کرتے۔

آپؒ عرصہ تین سال سے کینسر کی مرض میں مبتلا تھے، بدھ اور جمعرات کی درمیانی شب میں آپ کا وصال ہوا، آپ کی نماز جنازہ دار العلوم کراچی میں حضرت مولانا احسان الحق زید مجدہم کی امامت میں بعد نماز ظہر ادا کی گئی، جس میں بلا مبالغہ ہزاروں لوگوں نے شرکت کی۔ بعد از اں دار العلوم کراچی کے قبرستان میں آپ کے شیخ سید رضی الدین احمد فخریؒ کے پہلو میں سپرد خاک کیا گیا۔ **اللہم اغفر لہ وارحمہ واحشرہ مع الابرار والمقربین. آمین**

ادارہ ہر دو حضرات کے لئے باتوفیق قارئین بینات سے ایصال ثواب کی درخواست کرتا ہے۔

عزیمت پر عمل کرنے والے

مسافر امام کے پیچھے مقیم حنفی کی نماز کا حکم

مولانا محمد فارس حبیب مختار

کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ:

ہمارے ہاں انگلینڈ میں مختلف ممالک سے مشائخ تشریف لاتے ہیں، بلادِ عرب سے آنے والے اکثر مشائخ، علماء اور قراء مسلکِ حنبلی اور شافعی سے متعلق ہوتے ہیں اور یہ حضرات دورانِ سفر اپنے مسلک کے مطابق عزیمت پر عمل کرتے ہوئے چار رکعت پڑھتے ہیں۔ اب پوچھنا یہ ہے کہ اگر حنبلی المسلک عالم یا قاری حالت سفر میں ظہر، عصر یا عشاء کی نماز چار رکعات پڑھائے تو ہم حنفی المسلک لوگوں کا ان کی اقتداء میں نماز پڑھنا کیسا ہے؟ کیا یہ نماز ٹھیک ہوگی؟ کیا یہ نماز واجب الاعادہ ہے؟ براہ کرم مسئلہ بالا کی جملہ صورتوں کی وضاحت فرمائیں۔ شکریہ

مستفتی: محمد افضال، برمنگھم، انگلینڈ

الجواب حامداً ومصلیاً

واضح رہے کہ فقہاء احناف کے نزدیک مسافر کی ظہر، عصر اور عشاء کی فرض نماز دو رکعت ہی ہیں، اور یہ دو رکعت مسافر کی مکمل نماز ہے، حقیقت کے لحاظ سے یہ قصر نہیں ہے۔ چنانچہ حضرت عائشہ صدیقہؓ کی روایت ہے کہ:

''عن عائشةؓ قالت: فرضت الصلوٰة رکعتین ثم ھاجر رسول اللہ ﷺ

ففُرِضت أربعاً وترکت صلوٰۃ السفر علی الفریضۃ الأولیٰ''.

(مشکوٰۃ، ص: ۱۱۹)

حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ: ''(سفر اور حضر دونوں میں) نماز دو رکعت ہی فرض کی گئی تھی، پھر چار رکعت فرض کی گئیں (یعنی حضر میں دو رکعت کو بڑھایا گیا) اور سفر کی نماز کو اپنی حالت پر رکھا گیا''۔

اسی لئے دوران سفر چار رکعت کا پڑھنا نہ عزیمت پر عمل کرنا ہے اور نہ ہی باعث ثواب ہے، بلکہ نبی کریم ﷺ کے سفر کے ہمیشگی معمول کے خلاف ہے، چنانچہ حضرت ابن مسعودؓ سے مروی ہے کہ:

''عن ابن مسعودؓ قال: من صلی فی السفر أربعاً أعاد الصلاۃ''.

(المعجم الکبیر للطبرانیؒ ج: ۹، ص: ۳۳۵)

''جس شخص نے سفر کے دوران چار رکعت نماز پڑھی تو وہ نماز کا اعادہ کرے گا''۔

اور حضرت ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ:

قال ابن عباسؓ: ''فمن صلی فی السفر أربعاً کمن صلی فی الحضر رکعتین''. (اعلاء السنن: ۲۹۳)

''جس نے سفر میں چار رکعت کا پڑھیں تو یہ ایسا ہی (غلط) ہے، جیسے حالتِ حضر میں چار کے بجائے دو رکعت پڑھنے والا''۔

مذکورہ بالاتفصیل کی روشنی میں صورت مسئولہ میں حنفی المسلک حضرات اگر خود مسافر ہوں تو ان کے ذمے قصر کرنا ضروری ہے، اتمام کرنا جائز نہیں اور اگر وہ حضرات کسی شافعی یا حنبلی المسلک حضرات کے پیچھے نماز پڑھیں، جو باوجود مسافر ہونے کے اپنے مسلک کے مطابق عزیمت پر عمل کرتے ہوئے چار رکعت پڑھائیں تو ان کے پیچھے نماز پڑھنے کا حکم یہ ہے کہ اگر امام دوسری رکعت میں قعدہ میں نہ بیٹھیں تو حنفی مقتدی کی نماز سرے سے ان کے پیچھے نہیں ہوگی، لیکن اگر امام دوسری رکعت میں قعدہ میں بیٹھ جائیں اور نماز کے آخر میں سجدہ سہو کرلیں تو حنفی مسافر حضرات کی نماز ان کے پیچھے درست ہوگی اور اگر آخر میں امام سجدہ سہو نہ کریں تو حنفی مقتدی کی نماز واجب الاعادہ ہوگی۔ اور اگر حنفی حضرات خود مقیم ہوں، جیسا کہ سوال میں مذکور ہے تو ان کے ذمے چار رکعت کا پڑھنا ضروری ہے، تو اگر یہ حنبلی یا شافعی المسلک امام کی اقتداء میں نماز پڑھیں اور وہ امام مسافر ہو، لیکن عزیمت پر عمل کرتے ہوئے چار رکعت پڑھائیں تو ان کے پیچھے حنفی مقیم کی نماز سرے سے درست ہی نہ ہوگی۔

پہلی صورت جبکہ حنفی حضرات بھی مسافر ہوں اور شافعی یا حنبلی المسلک امام ہو تو حنفی حضرات کو

چاہئے کہ اگر حنفی المسلک امام کے پیچھے نماز پڑھنا ممکن ہو تو وہیں نماز پڑھیں اور اگر حنفی امام کے پیچھے نماز پڑھنا ممکن نہ ہو تو شافعی المسلک اور حنبلی المسلک امام کے پیچھے نماز پڑھی جاسکتی ہے اور تنہا نماز پڑھنے سے بہتر ہے کہ انہی امام کے پیچھے نماز پڑھی جائے۔

اور دوسری صورت جبکہ حنفی حضرات خود مقیم ہوں تو ان پر لازم ہے کہ وہ حنفی امام کے پیچھے نماز پڑھیں یا اپنی انفرادی نماز پڑھ لیں، شافعی و حنبلی المسلک امام کے پیچھے نماز نہ پڑھیں۔

بدائع الصنائع میں ہے:

''قال أصحابنا: إن فرض المسافر من ذوات الأربع ركعتان لاغير...... لأن الركعتين من ذوات الأربع في حق المسافر ليستا قصراً حقيقةً عندنا، بل هو تمام فرض المسافر، والإكمال ليس رخصة في حقه، بل هو إساءة ومخالفة للسنة'' (۲۵۷/۱، رشيدية)

اعلاء السنن میں ہے:

عن إبراهيم أن ابن مسعودؓ قال: من صلى في السفر أربعاً أعاد الصلوة، رواه الطبرانيؒ في الكبير وقال ابن عباس: فمن صلى في السفر أربعاً كمن صلى في الحضر ركعتين. عن عائشةؓ زوج النبي ﷺ قالت: الصلاة أول ما فرضت ركعتان، فأقرت صلاة السفر وأتممت صلاة الحضر. (ص:۲۹۳-۲۹۴)

قوله عن إبراهيم:...... والمذهب عندنا أن المسافر إذا أتم ولم يقعد على رأس الركعتين فصلاته فاسدة، وإن قعد فصحيحة وعليه الإعادة؛ لتمكن الكراهة فيها، لأجل تاخير السلام عن موضعه...... صلوة المسافر المؤتم بالمسافر المتم لاتفسد عندنا إذا جلس الإمام في الثانية كما تقدم وإنما تفسد صلاة المقيم المؤتم به إذا تيقن بكون الإمام قد أتم مع عده نفسه مسافراً. (۳۰۴/۷، ۳۰۵، ۳۰۷، ۲۹۳، ۲۹۴، كتاب الصلوة، باب صلاة المسافر، ط:ادارة القرآن)

فتاوی شامی میں ہے:

وظاهر كلام شرح المنية أيضاً حيث قال: وأما الاقتداء بالمخالف في الفروع كالشافعي، فيجوز مالم يعلم منه ما يفسد الصلوة على اعتقاد

المقتدی، علیه الإجماع، إنما اختلف فی الکراهة فقید بالمفسد دون غیره...... وبحث المحشی أنه إن علم أنه راعی فی الفروض والواجبات والسنن فلاکراهة وإن علم ترکها فی الثلاثة لم یصح وإن لم یدر شیئا یکره، وإن علم ترکها فی الأخیرین فقط ینبغی أن یکره...... فتحصل أن الاقتداء بالمخالف المراعی فی الفرائض أفضل من الإنفراد إذ لم یجد غیره وإلا فالاقتداء بالموافق أفضل.

(۱/ ۵۶۳، کتاب الصلوة، مطلب الاقتداء بشافعی......ط:سعید)

فتاوی رحیمیہ میں ہے:

''سوال: حنبلی مذہب کا امام مسافر قصر نہیں کرتا، اس کے پیچھے مقیم حنفی کی نماز درست ہوگی؟ بلا کراہت یا باکراہت؟۔

الجواب حامداً ومصلیاً ومسلماً: جو مسافر قصر نہ کرے، اس کے پیچھے حنفی مقیم کی نماز صحیح نہ ہوگی''۔ (۵/۱۸۲، کتاب الصلوة، احکام المسافر، دار الاشاعت)

ووجه البطلان فی هذه الصورة: کون صلاة الإمام نافلة بعد الرکعتین؛ لأن فرض المسافر رکعتان، ومازاد فهو نافلة، والواجب علی المؤتم الحنفی المقیم: أربع رکعات، فصلاته خلف المسافر المتم اقتداء المفترض خلف المتنفل بعد الرکعتین، وذالایجوز فکذا هذا. فقط والله أعلم بالصواب

الجواب صحیح	الجواب صحیح	کتبہ
محمد عبدالمجید دین پوری	صالح محمد کاروڑی	محمد فارس حبیب
		تخصص فقہ اسلامی

جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی

☆☆....☆☆

نقد ونظر

تبصرے کے لئے ہر کتاب کے دونسخوں کا آنا ضروری ہے

ادارہ

اے زائرحرم

شیخ الحدیث مولانا سمیع الحق مدظلہ، صفحات: ۷۲، قیمت: درج نہیں، ناشر: القاسم اکیڈمی، جامعہ ابوہریرہؓ، برانچ آفس، خالق آباد، نوشہرہ۔

ٹائیٹل پر کتاب کا تعارف یوں کرایا گیا ہے:

''عبادات کا باہمی ربط وتعلق، نماز اور زکوٰۃ کا باہمی ربط، انعامات خداوندی، روزہ شان جامعیت کا مظہر، عشق کا دوسرا مرحلہ اعتکاف، حج عشق کا تیسرا مرحلہ، تلبیہ اور طواف، منیٰ، عرفات، رمی، عشق کا آخری مرحلہ قربانی، اساس عبادات باہمی مربوط ہیں، سفر عشق، شفیع محشر ﷺ کے دربار میں میدان محشر کا سماں، گنبد خضریٰ، بقیع اور البلد الامین، نگاہ تصور میں تصویر جاناں، نوائے فقیر، غلبۂ شوق، کوچۂ جاناں کا ہر ذرہ چراغ طور، عبدیت کی معراج اور عشق کا منتہاء......''۔

ماشاءاللہ کتاب خوب ہے اور پڑھنے سے تعلق رکھتی ہے۔

تاریخی شاہی مسجد کھچی وآثار صالحین

مولانا طاہر محمود اطہر، صفحات: ۳۵۲، قیمت: درج نہیں، ناشر: القاسم اکیڈمی، جامعہ ابوہریرہؓ، برانچ پوسٹ آفس، خالق آباد، نوشہرہ۔

مولانا طاہر محمود اطہر صاحب ادیب اور اپنی طرز کے منفرد صاحب تحریر ہیں، ان کے قلم سے تحریر کردہ کئی کتب منظر عام پر آچکی ہیں مولانا نے اس کتاب میں اپنے خاندان کے بزرگوں کا تذکرہ ان

کے حالات، ان کا علمی مقام بود باش کو بڑے احسن طریقے سے تحریر کی۔ تاریخی، تربیتی اور روحانی نکات موجود ہیں۔ کتاب پڑھنے سے تعلق رکھتی ہے۔

مقام رسول کریم ﷺ

مفتی سید عبد الشکور ترمذیؒ، صفحات: ۷۲، قیمت: درج نہیں، ناشر: جامعہ حقانیہ ساہیوال سرگودھا، فون: ۰۳۰۰۷۷۱۸۱۴۱

حضرت مفتی سعید عبدالقدوس ترمذی مدظلہ اس کتاب کے بارہ میں رقم طراز ہیں:

''کافی عرصہ پہلے مقام رسول کریم ﷺ کے نام سے حضرت اقدس والد ماجد قدس سرہ نے ایک مضمون بدر العلماء حضرت مولانا بدر عالم میرٹھیؒ کی عظیم وشہرۂ آفاق کتاب ''ترجمان السنۃ'' کو سامنے رکھ کر مرتب فرمایا تھا، جسے اس وقت ملک کے مشہور ومعروف جریدہ ''ماہنامہ الحق'' نے شائع کیا، سالہا سال کے بعد جامعہ حقانیہ کے ترجمان: ''مجلّہ الحقانیہ'' نے بھی اسے کئی قسطوں میں شائع کیا، احقر کا عرصہ سے تقاضہ تھا کہ اسے مستقل رسالہ کی صورت میں شائع کیا جائے تا کہ اس کی افادیت کا دائرہ وسیع تر ہو سکے''۔

اللہ تعالیٰ ان حضرات کی مساعی جمیلہ کو قبول فرمائیں۔

بخاری شریف کی صحت پر کئے گئے اعتراضات کا علمی جائزہ

مولانا محمد سفیان عطاء، صفحات: ۲۰۸، قیمت: درج نہیں۔ ناشر: ادارہ اشاعت الخیر، بیرون بوہڑ گیٹ، ملتان۔

حضور ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ قربِ قیامت کی علامات میں سے ہے کہ: ''ولعن آخر الأمة أولهـــا'' کہ بعد میں آنے والے لوگ پہلے لوگوں پر سب وشتم اور لعنت کریں گے۔ کچھ یہی حال ''صحیح بخاری کا مطالعہ'' نامی کتاب کے مصنف ازہری کا ہے، جنہوں نے حسد کی آگ میں جلنے اور متجددین ومنکرین حدیث سے متاثر ہونے کی بنا پر صحیح بخاری کے بارہ میں سطحی قسم کے اعتراضات کئے ہیں۔ مولانا محمد سفیان عطاء جو خود بھی کئی بار صحیح بخاری کا درس دے چکے ہیں، ماشاء اللہ، انہوں نے علمائے امت کی طرف سے فرض کفایہ ادا کرتے ہوئے ان تمام اعتراضات کا مدلل ومسکت جواب زیر تبصرہ کتاب میں دیا ہے۔ یہ کتاب اگرچہ مولانا موصوف کی پہلی تالیف ہے، مگر کتاب کی عبارت مہذب، سنجیدہ اور دلائل سے مبرہن ہونے کی بنا پر کسی پختہ قلم کار کی تحریر کا پتہ دیتی ہے۔ صحیح بخاری پڑھنے اور پڑھانے والے طلبہ اور علماء کو یہ کتاب ایک بار ضرور پڑھ لینی چاہئے۔

اثبات الحیات بعد الممات یعنی قبر کی زندگی

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد عبد الکریم نعمانی، صفحات: ۱۲۲، عام قیمت: ۶۰ روپے، ناشر: اسلامی کتب خانہ، علامہ بنوری ٹاؤن، کراچی۔

اس رسالہ کا ٹائٹل پر یوں تعارف دیا گیا ہے:

''اس رسالہ میں قرآن وحدیث اور اجماع سلف سے راحت وعذاب قبر اور حیاتِ اموات فی القبر کو مدلل اور آسان طریقہ سے ثابت کیا گیا ہے اور مستدلاتِ منکرین کا رد اور آیاتِ قرآنیہ کا صحیح محمل اور مفہوم بیان کیا گیا ہے اور مخالفین کے سوالات کے مسکت جواب دیئے گئے ہیں''۔

رسالہ اس لائق ہے کہ ہر مسلمان مرد اور عورت ایک بار ضرور اس کا مطالعہ کرے۔

ذکرِ اجتماعی وجہری شریعت کے آئینہ میں

افادات: حضرت مولانا مفتی رضاء الحق صاحب، تشریح وتعلیق: مولانا مفتی محمد الیاس صاحب، صفحات: ۳۱۶، عام قیمت: ۲۰۰ روپے، ناشر: زمزم پبلشرز، شاہ زیب سینٹر نزد مقدس مسجد، اردو بازار، کراچی۔

اس زیر تبصرہ کتاب میں چند اہم عنوانات یہ ہیں:

۱......انبیاء علیہم السلام اور ذکر اجتماعی وجہری۔۲: ذکر جہری کا ثبوت قرآن واحادیث کی روشنی میں۔۳: مساجد میں ذکرِ جہری فقہاء کرام کی عبارات کی روشنی میں۔۴: ذکر جہری کی ایک جھلک اکابرین کی خانقاہوں میں۔۵: ذکرِ جہری پر ہونے والے اعتراضات اور ان کے جوابات۔

ان چند اہم عنوانات کے تحت سارا علمی مواد اس کتاب میں یکجا کر دیا گیا ہے۔ کتاب ہر اعتبار سے قابلِ قدر اور بہت ہی اہم مضامین پر مشتمل ہے۔ امید ہے کہ ذکر سے شغل وشغف رکھنے والے با توفیق احباب اس کتاب کی قدر افزائی فرمائیں گے۔

زندگی کو خوشگوار بنائیے

ڈاکٹر محمد بن عبد الرحمن العریفی، مترجم: معراج محمد بارق، صفحات: ۶۴۴، رعایتی قیمت: ۲۸۰ روپے، ناشر: قدیمی کتب خانہ مقابل آرام باغ، کراچی۔

زیر تبصرہ کتاب ''استمتع بحیاتک'' کے نام سے عربی زبان میں تھی، جسے ڈاکٹر محمد بن عبد الرحمن العریفی نے تالیف کیا ہے اور اس کا اردو ترجمہ جناب معراج محمد بارق صاحب نے کیا ہے۔

اس کتاب میں بتایا گیا ہے کہ رسول اکرم ﷺ کے طرز عمل اور دیگر اکابر امت کے طرز عمل کی روشنی میں ہم اپنی معاشرتی زندگی کو کس کس طرح خوشگوار بنا سکتے ہیں اور اور لوگوں سے اپنے تعلقات اور روابط کس طریقہ سے بہتر سے بہتر بنا سکتے ہیں۔

اس کتاب کا ہر ایک کے لئے پڑھنا اس لئے بھی ضروری ہے کہ آج کل معاشرتی آداب واخلاق کا فقدان بڑھتا جا رہا ہے اور خانگی ومعاشرتی زندگی میں انتشار نظر آتا ہے۔ کتاب معلوماتی، دلچسپ، سادہ اور عام فہم زبان میں تحریر کی گئی ہے۔

مجلّہ تجلیات فرید (سہ ماہی)

مدیر اعلیٰ: مولانا میاں ایاز احمد حقانی، مدیر مسئول: مولانا مفتی شاہ اورنگ زیب حقانی، بیاد: شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی محمد فریدؒ وحضرت مولانا سعید احمد جلال پوری شہیدؒ۔ مقام اشاعت: دارالعلوم اسلامیہ فریدیہ کانگڑہ، شبقدر، چارسدہ پاکستان۔

دین، دینی اقدار اور مذہبی افکار وروایات کا استیصال، قرآن وسنت کی من مانی تشریح وتعبیر، سنت رسول اللہ ﷺ کی پامالی، اسلاف وبزرگانِ دین پر بداعتمادی اور ان پر طعن وتشنیع، جدیدیت پسند اور لادین افراد اور طبقہ کا محبوب مشغلہ اور وطیرہ بن چکا ہے۔ اس پر مستزاد یہ کہ اس ضلالت وگمراہی اور گستاخی وآزاد خیالی کی ترویج واشاعت کے لئے پرنٹ میڈیا اور الیکٹرانک میڈیا کو بے دریغ استعمال کررہے ہیں۔ جس کی بنا پر دین دار طبقہ آج اپنے اور اپنی نسل نو کے دین وایمان کی حفاظت کے لئے مضطرب اور پریشان ہے۔ ان حالات میں ضرورت اس بات کی ہے کہ اہل علم کا دینی طبقہ بھی قلم وقرطاس سے اپنا رشتہ مضبوط کرے اور مقدور بھر اپنی صلاحیتوں کو جہاد بالقلم کے لئے وقف کرے۔ اس لئے کہ قرآن کریم، احادیث نبویہ اور فقہائے امت کی تمام تر تعلیمات کی حفاظت کا ذریعہ قلم ہی رہا ہے۔

اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے حضرت مولانا ایاز احمد حقانی صاحب کو کہ انہوں نے اس ضرورت کو محسوس کیا۔ اس پُرفتن دور میں اور مشکل ترین حالات میں ان لادین عناصر کا مقابلہ اور توڑ کرنے کے لئے اس رسالہ کا اجراء فرمایا۔

زیر تبصرہ رسالہ ''تجلیات فرید سہ ماہی'' ستمبر، اکتوبر، نومبر ۲۰۱۱ء کے مہینوں پر مشتمل ہے، جس میں اداریہ کے علاوہ شیخ الحدیث حضرت مفتی محمد فرید کے حالات، معمولات، ملفوظات، مضامین کے علاوہ آپؒ کے تذکرہ پر مشتمل ہے۔ اللہ تعالیٰ رسالہ کی جملہ ضروریات کو خزانۂ غیب سے مکمل فرمائیں اور اس رسالہ کے منتظمین اور معاونین کو راحت دارین سے سرفراز فرمائیں، آمین۔

گلشن کے پھول

قرآن حکیم میں واضح ہے کہ تم رزق کے خوف سے اپنی اولاد کو ہلاک نہ کرو اور یہ بھی مشہور ہے کہ جتنی گوڈی اتنی ڈوڈی تو افرادی قوت جتنی زیادہ ہوگی اتنا ملک خوشحال ہوگا۔ اسی لئے حدیث نبوی ﷺ ہے کہ اس عورت سے شادی کرو جو زیادہ بچے جننے والی ہو۔ آپ اس بے اولاد جوڑے کو دیکھئے جو مایوسی ذہنی پریشانی تفکرات اور اوہام سے مزمن اور پیچیدہ امراض کے شکار تو ہیں ہی ساتھ ساتھ دو خاندانوں کے باہمی شب وروز بھی تو تکار میں گزرتے ہیں۔ مذکورہ بالا جوڑے میرے ساتھ ملاقات کریں۔ نبض قارورہ ظاہری معائنہ مشاہدہ اور حالات زندگی سے آگاہی کے بعد متعلقہ اسباب وعلامات کے مطابق علاج بالتدبیر، علاج بالغذاء، علاج بالدواء کیا جائے گا۔

بفضل تعالیٰ اجڑے گلشن میں بہار آئے گی یاد رہے کہ خالی سفوف مغلظ یا دوائے مدد دینے سے مسئلہ حل نہیں ہوتا۔ بے اولادی کے بے شمار اسباب ہوتے ہیں اور ہر سبب کا علیحدہ علیحدہ علاج ہے۔ میں اکثر کہا کرتا ہوں کہ حکمت بچوں کا کھیل نہیں یہ قابلیت طویل ترین تجربہ پاکیزگی قلب ونظر اور توجہ الی اللہ کے بغیر حاصل نہیں ہوتی۔

بفضل تعالیٰ مستند درجہ اول چالیس سالہ تجربہ دوایوارڈ اور ایک گولڈ میڈل کا حامل ہونے کے ساتھ ساتھ ہر وقت اللہ سے ہی مدد مانگنے والا ہوں اور خدا خوفی ہر وقت من میں سائی رہتی ہے۔ اب فائدہ اٹھانا یا نہ اٹھانا آپ کا کام ہے۔

ہمارے چندروزہ کورسز کی قیمتیں درج ذیل ہیں۔

۱۔دمہ۔۔۔۱۰۰۰	۵۔بلڈ پریشر۔۔۱۰۰۰	۹۔سوزاک ۔۔۲۰۰۰	۱۳۔کیرا ۔۔ ۳۰۰۰	۱۷۔یرقان ۔۔۵۰۰۰
۲۔موٹاپا ۔۔۱۰۰۰	۶۔شوگر ۔۔۱۰۰۰	۱۰۔اسقاط۔۔۳۰۰۰	۱۴۔بواسیر۔۔۳۰۰۰	۱۸۔جنون ۔۔۵۰۰۰
۳۔دق الاطفال۔۔۱۰۰۰	۷۔دُبلا پن ۔۔۱۰۰۰	۱۱۔تبخیر معدہ ۔۔۳۰۰۰	۱۵۔اٹھرا ۔۔۳۰۰۰	۱۹۔بے اولادی۔۵۰۰۰
۴۔دردیں ۔۔۱۰۰۰	۸۔السر۔۔۲۰۰۰	۱۲۔رسولیاں ۔۔۳۰۰۰	۱۶۔اعصابی کمزوری۔۵۰۰۰	۲۰۔کمی سپرم ۔۔۱۰۰۰۰

نوٹ:

(۱) دوائی یا کورس بذریعہ ڈاک منگوانے کے لئے رقم پہلے بھیجیں۔

(۲) ملاقات کرنے کے لئے فون پر پہلے وقت لے لیں

حکیم حاجی عبدالکریم بھٹی

لاہور ملتان روڈ، حبیب آباد ضلع قصور۔

فون: ۰۴۹۴۵-۷۵۴۵۱۱۹، ۰۳۱۳-۷۵۴۵۱۱۹